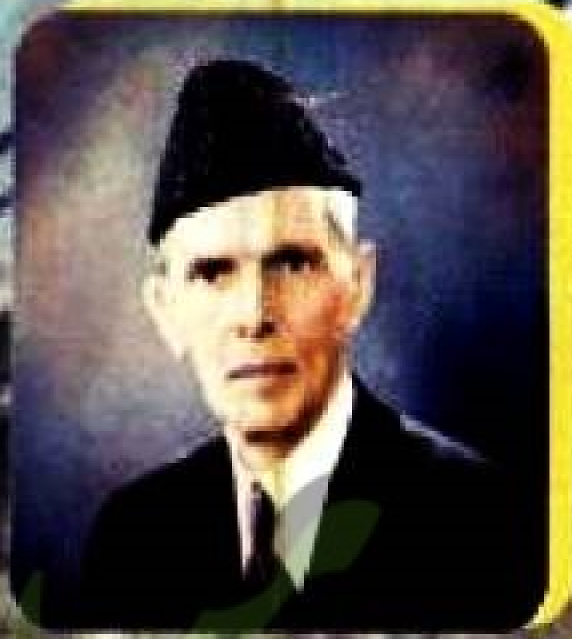
دنیا بھر میں بچوں کا سب سے مقبول اردو میگزین



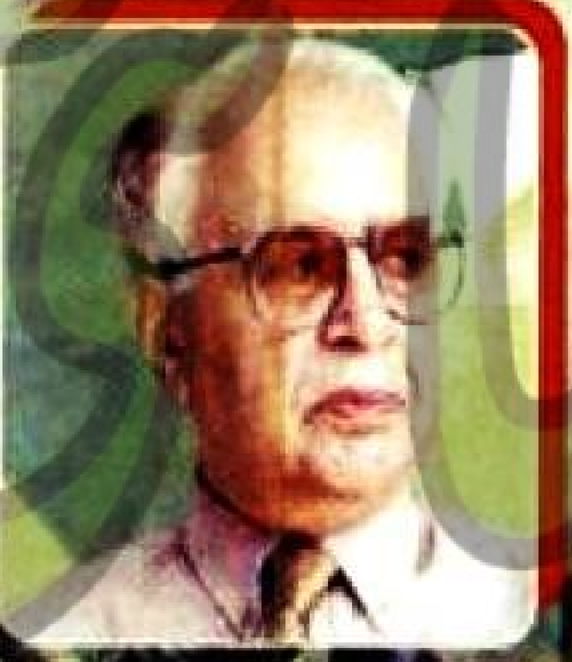
ستمبر 2014.



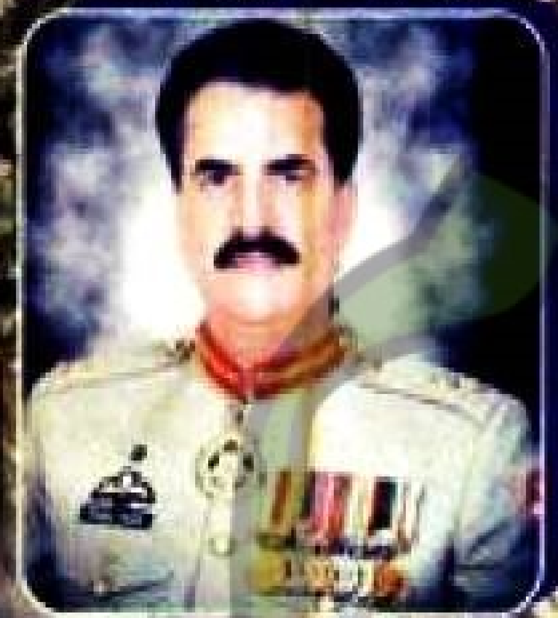
قائداعظم

مشاہیر کا خراج تحسین

"یوم دفاع نمبر"



نمازِ حق کی اذان تھا وہ
وفا کا قومی نشان تھا وہ



اشاعت کا 288 واں مہینہ





دلچسپ کہانیاں

رنگا رنگ سلسلے اور انعامات کی برسات

صرف 25 روپے

بانی: مجید نظامی مرحوم　چیف ایڈیٹر: رمیزہ مجید نظامی

ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول لاہور
ایڈیٹر: محمد شعیب مرزا

بانی : مجید نظامی مرحوم
چیف ایڈیٹر: رمیزہ مجید نظامی
ایڈیٹر: محمد شعیب مرزا

ستمبر 2014ء

میرا نام .... ہے
اور یہ میرا پیارا پھول ہے
اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ
★ نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو۔
★ آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو۔
★ ابو امی نے جو کام کہے تھے وہ کر لئے ہوں

ڈیزائنر: سدرہ امبرین یونس
آرٹ ایڈیٹر..شعیب قادر

پھول کی ادا سب سے جدا

سرورق: وطن کی حفاظت میں ہم بھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ عافیہ فرحان

پھول رنگ

انتساب

پاک فوج کے ان شہیدوں
اور غازیوں کے نام
جن کی قربانیوں اور جرأت کی بدولت
وطن عزیز
دشمنوں سے محفوظ ہے۔

ماہنامہ "پھول" نے رسائل کی دنیا میں نئی روایت کا آغاز کیا ہے۔ ہر ماہ کی مناسبت سے "پھول" کا انتساب مختلف اہم شخصیات کے نام کیا جاتا ہے تاکہ اپنے قومی محسنوں کو خراج عقیدت پیش کیا جا سکے۔

23۔کوئنز روڈ، لاہور۔پاکستان: فون نمبر: 4-36307141 UAN:111-123-540
36314099- ایڈیٹر EXT-208　EXT-347　فیکس: 36367616-36367583
http//www.phool.com.pk
shoaibmirza.phool@gmail.com

چیف ایڈیٹر، پرنٹر اینڈ پبلشر رمیزہ مجید نظامی نے
ندائے ملت پریس سے چھپوا کر
دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا

پاکستان میں بذریعہ رجسٹری
سالانہ خریداری/-780 روپے
ششماہی/-400 روپے

قیمت شمارہ: 25 روپے
بائی ایئر یورپ۔ایشیا۔مڈل ایسٹ
سالانہ/-5184 روپے/50 ڈالر ششماہی/-2600 روپے/25 ڈالر

انڈونیشیا
سالانہ/-2800 روپے۔ششماہی/-1430 روپے
امریکہ۔آسٹریلیا۔کینیڈا۔نیوزی لینڈ
سالانہ/-5700 روپے/55 ڈالر ششماہی/-2850 روپے/28 ڈالر

حمدِ باری تعالیٰ



اندھیرے چیر کر اُن میں اُجالا تُو ہی کرتا ہے
ہر ایسا کام اے اللہ تعالیٰ تُو ہی کرتا ہے
شکستِ فاش دیتا ہے ہمیشہ تُو ہی باطل کو
ہر اِک موقع پہ حق کا بول بالا تُو ہی کرتا ہے
جہاں میں وقتِ پیدائش سے لے کر آخری دم تک
ہر انسان اور ہر حیوان کو پالا تُو ہی کرتا ہے
بسا اوقات ہم مایوس ہو جاتے ہیں گھبرا کر
ہر ایسے وقت میں مشکل کو ٹالا تُو ہی کرتا ہے
زمیں پر گل شگفتہ، آسماں پر نجم رخشندہ
ہے یہ کام تیرے کرنے والا تُو ہی کرتا ہے
یہ بزمیؔ اور اِس جیسے کروڑوں ہی بشر ہوں گے
بچا کر جن کو گرنے سے سنبھالا تُو ہی کرتا ہے

خالد بزمی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

متاعِ دیدۂ نم ناک کی ضرورت ہے
دیارِ قدس میں ادراک کی ضرورت ہے
جدید عہد کے تیرہ خیال لوگوں کو
چراغِ صاحبِ لولاک کی ضرورت ہے
فرازِ عرش پہ یہ سوچ کے قدم رکھا
زمیں کو گنبدِ افلاک کی ضرورت ہے
جو کیمیا دے بصیرت بھی ہے بصارت بھی
درِ کرم کی اسی خاک کی ضرورت ہے
ازل کی صبح سے لے کر ابد کی شام تلک
حضورؐ سیدِ لولاک کی ضرورت ہے
لباسِ عشقِ رسالت ہے جس کا نام حلیم
مجھے بھی خلد کی پوشاک کی ضرورت ہے

حلیم حاذق...... مغربی بنگال، انڈیا

کرنیں

محمد صالح

نماز

(صحیح تلفظ اور اعراب کے لئے قرآن مجید یا متعلقہ کتب دیکھیں)

غسل کے فرائض
غسل میں بنیادی طور پر تین باتیں فرض ہیں:
کلی کرنا۔
ناک میں پانی چڑھانا۔
پورے جسم کو ایک بار دھونا۔
غسل کی سنتیں
غسل کی پانچ سنتیں ہیں:
بسم اللہ سے شروع کرنا (غسل خانہ میں داخل ہونے سے پہلے پڑھے)
نیت کرنا۔
دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا۔
اگر نجاست لگی ہو تو اسے الگ طور پر صاف کرنا۔
استنجاء کرنا۔
نوٹ: وضو اور غسل میں جو کام فرض ہیں ان کو ادا نہ کرنے سے وضو اور غسل ادا نہیں ہوتا اور جو باتیں سنت ہیں ان کے رہ جانے سے وضو اور غسل ہو جائے گا لیکن جان بوجھ کر چھوڑنا گناہ ہے۔
صلوٰۃ التسبیح یعنی دعائے مغفرت
اس نماز کے پڑھنے سے بے انتہا ثواب ملتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ اس کے پڑھنے سے تمہارے اگلے پچھلے، نئے پرانے، چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھا کرو اور اگر روز نہ ہو تو ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھ لو۔ اگر ہفتہ میں نہ ہو سکے تو ہر مہینہ پڑھ لیا کرو اور اگر مہینہ میں نہ ہو سکے تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کرو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ ضرور پڑھ لو اس میں یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے۔
سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر
اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت صلوٰۃ التسبیح کی نیت کیجئے اور اس طرح پڑھیے۔
ثناء کے بعد تسبیحات 15 مرتبہ
فاتحہ اور سورۃ کے بعد...... 10 مرتبہ
رکوع کی تسبیحات کے بعد...... 10 مرتبہ
رکوع سے اٹھ کر تسبیح اور تحمید کے بعد قومہ میں...... 10 مرتبہ
پہلے سجدہ کی تسبیحات کے بعد...... 10 مرتبہ
جلسہ میں یعنی دونوں سجدوں کے درمیان...... 10 مرتبہ
دوسرے سجدہ میں تسبیحات کے بعد...... 10 مرتبہ
دوسری رکعت میں فاتحہ سے پہلے...... 15 مرتبہ
قرات کے بعد...... 10 مرتبہ
رکوع میں...... 10 مرتبہ
قومہ میں...... 10 مرتبہ
دونوں سجدوں میں...... 10 مرتبہ اور 10 مرتبہ
سجدوں کے درمیانی جلسہ میں...... 10 مرتبہ
اس طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں پڑھیے ہر رکعت میں 75 مرتبہ اور تمام رکعتوں میں 300 بار تسبیحات ہوئیں۔ اگر کوئی تسبیح کسی جگہ پڑھنا بھول گیا تو دوسرے نزدیک کے رکن میں وہ باقی تعداد پوری کرے۔ یعنی قیام میں بھول گیا تو رکوع میں 20 بیس مرتبہ پڑھ لے اور رکوع میں بھول گیا تو (قومہ میں نہ پڑھے) سجدہ میں پڑھ لے اور اگر قومہ میں بھول گیا تو بھی سجدہ میں (جلسہ میں نہیں) اور جلسہ کی بھی سجدہ میں پڑھے۔ اسی طرح اگر کسی جگہ تسبیح زیادہ پڑھی گئی تو اس کے قریبی رکن میں کمی کرے۔ جاری ہے (بحوالہ۔ نماز۔ از حضرت حکیم محمد صادق۔ لاہور)



اداریہ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یہ تب کی بات ہے جب بی اے کے پرچے دے کر فارغ ہوا تو ''نوائے وقت'' کے چیف ایڈیٹر محترم مجید نظامی کو خط لکھا کہ میں آپ کی سرپرستی میں نوائے وقت کے لئے کام کرنا چاہتا ہوں۔ یاد رہے کہ جماعت ہفتم میں ہماری جماعت کے انچارج دوست علی شاہ صاحب نے بچوں کے میگزین تیار کروانے کا مقابلہ کروایا۔ میں نے بھی ایک رسالہ تیار کیا۔ خوش قسمتی سے اس رسالے کو اوّل انعام کا حقدار قرار دیا گیا۔ (وہ دن اور آج کا دن بس رسالے ہی تیار کر رہا ہوں) میٹرک سے بی اے تک تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ میں کئی رسائل اور اخبارات کے لئے کام کرتا رہا اور صحافت کا شوق بڑھتا رہا۔ خاندانی ماحول اور تربیت کی وجہ سے حب الوطنی اور نظریہ پاکستان لہو میں رچ بس چکے تھے۔ اسی لیے نوائے وقت پسند تھا اور خواہش تھی کہ اس ادارے میں کام کیا جائے۔ والد صاحب کا لوہے کا وسیع کاروبار ہونے کے باوجود میرا رجحان صحافت کی طرف ہی رہا۔ وقفے وقفے سے دکان پر بھی جاتا رہا لیکن پھر کسی اخبار یا رسالے سے منسلک ہو جاتا۔ خط لکھنے کے چند دن بعد محترم مجید نظامی صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ فی الحال گنجائش نہیں ہے جب بھی ضرورت ہوگی آپ کو بلا لیا جائے گا۔ آپ اس دوران اپنی تعلیم جاری رکھیں۔ یہ وہی نصیحت تھی جو قائداعظمؒ نوجوانوں کو کیا کرتے تھے۔

1998ء میں بطور صدر پاکستان ینگ رائٹرز فورم نوجوان اہل قلم کی قومی کانفرنس کروانے کا پروگرام بنا تو کئی اہم شخصیات کو مدعو کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس وقت کے وزیراعظم میاں نواز شریف کو بھی دعوت دی گئی تو ان کے سٹاف کی طرف سے گرین سگنل دے دیا گیا۔ کانفرنس میں محترم مجید نظامی صاحب کو دعوت دینے کے لئے حافظ مظفر محسن، فورم کے صوبائی صدر نذیر انبالوی اور سیکرٹری محمد عارف عثمان کے ہمراہ ان سے ملاقات کے لئے گئے۔ یہ ان سے ہماری پہلی باقاعدہ ملاقات تھی۔ کانفرنس کے اغراض ومقاصد پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور آنے کی ہامی بھر لی۔ بعد ازاں وہ کانفرنس ملتوی ہوگئی اور ایک صاحب کی اس شرط پر دوبارہ منعقد ہوئی کہ اس میں وزیراعظم وغیرہ کو مدعو نہ کیا جائے۔

جب ''پھول'' کے پہلے ایڈیٹر سبکدوش ہوگئے تو میرے دیرینہ دوست حافظ مظفر محسن نے مجھے بتائے بغیر محترم مجید نظامی صاحب کو خط لکھ کر میرے بارے میں بتایا۔ تب ہم دونوں دوست مل کر ایک اشاعتی ادارہ اور بچوں کا ایک میگزین چلا رہے تھے جو مسلسل تین سال ملک بھر کے رسائل کے مقابلے میں پہلی اور دوسری پوزیشن پر رہا تھا۔ اگلے ہی دن محترم مجید نظامی صاحب نے طلب کر لیا۔ حافظ صاحب نے اصل بات بتائے بغیر مجھے کہا کہ کل کچھ رسائل لے کر چیئرنگ کراس آ جاؤ ایک جگہ جانا ہے۔ مجھے خوشگوار حیرت ہوئی جب کچھ دیر بعد ہم محترم مجید نظامی صاحب کے روبرو تھے۔ دس منٹ کی مختصر ملاقات میں انہوں نے رسائل دیکھے چند سوال کیے اور مسکراتے ہوئے کہا کہ کل آ کر اپنا کام سنبھال لیں۔ یوں غیر متوقع طور پر اس ادارے میں ان کی سرپرستی میں کام کرنے کی دلی اور دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔

جون 2003ء سے جولائی 2014ء تک ان کی محبت، شفقت، رہنمائی اور تربیت کے کتنے واقعات ہیں جن کو لکھنے کے لئے پوری کتاب چاہئے۔ ''پھول'' کی ادارت کے ساتھ ساتھ جب میں نے نوائے وقت میں کالم لکھنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی۔ میرا خیال تھا کہ وہ کالم کو سرسری دیکھتے ہوں گے لیکن جب وہ کالم پڑھ کر بھجواتے تو اپنے قلم سے جس طرح وہ معمولی رد و بدل سے معنی خیزی پیدا کرتے اس پر حیرت ہوتی۔ آج جتنے بھی بڑے بڑے کالم نگار ہیں ان کی اکثریت یہیں سے تربیت یافتہ ہے۔ اتنے عرصے میں میرا صرف ایک کالم ناقابل اشاعت ٹھہرا۔ اس میں، میں نے دو سیاستدانوں کے حوالے سے لکھا تھا اور مزاح کے انداز میں تنقید کی تھی۔ وہ کالم انہوں نے مجھے واپس بھجوا دیا۔ وہ میری تربیت کا حصہ تھا جس کے ذریعے انہوں نے مجھے سمجھایا تھا کہ ایک صحافی کو اخلاقیات کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ وہ خود اخلاقیات کی پاسداری کرتے تھے۔ وہ ناقابل اشاعت کالم پر سخت جملے لکھنے کے بجائے صرف ''معذرت'' لکھ کر واپس بھجوا دیتے تھے۔ ''پھول'' کے کسی پروگرام میں شرکت کی دعوت بھجوائی جاتی تو کسی پر ''ضرور'' اور کسی پر ''کوشش کروں گا'' لکھ کر بھجواتے لیکن تقریباً ہر پروگرام میں تشریف لے آتے۔ انہوں نے کبھی میری کوئی جائز درخواست رد نہیں کی تھی۔ ان کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی۔ تقریبات میں بڑی سخت بات بھی بڑے آرام سے کہہ جاتے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو آج نظریہ پاکستان کا نام لینے والے اور اس کی اہمیت کو سمجھنے والے کم لوگ ہوتے۔ میرا ان کے ساتھ قلبی تعلق تھا اور ان سے ایک خاص عقیدت تھی۔ ان کی مثال ان اچھے لوگوں کی طرح تھی جو سڑک کنارے لگی روشنیوں کی مانند ہوتے ہیں جو فاصلے کو کم نہ بھی کر سکیں تو راستے کو چلنے والوں کے لئے آسان اور محفوظ ضرور بنا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی منزلیں آسان فرمائے اور ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے کہ ملک بھر کے لاکھوں پھول بچوں کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پھر ملیں گے۔

محمد شعیب مرزا

آپ کے ایڈیٹر بھیا



مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی......!

محمد عبداللہ گل

جب شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے 1905-1908 تین سال کا دورانیہ پی ایچ ڈی کے لئے لندن میں گزرا اور اپنی تشنگی علم دور کرنے کے لئے یورپی لائبریریوں کا رُخ کیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ نام نہاد عظیم یورپی لائبریریاں مسلمانوں کے علوم مسلمانوں کی کتب سے بھری پڑی ہیں۔ مسلمانوں کے علمی اثاثے کو یورپی لائبریریوں میں دیکھ کر علامہ اقبالؒ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے۔ اسی سانحہ کی طرف آپ اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

دراصل علم وادب کی اس ڈاکہ زنی کے پیچھے ایک لمبی داستان کارفرما ہے۔ صلیبی جنگوں کے دوران عیسائیوں نے ایشیاء سے علمی کتب حاصل کرلیں اور اپنے ساتھ یورپ لے گئے۔

ہمارے بزرگوں کی علمی کتابیں
کتب خانے یورپ کے معموران سے

ہلاکو خان کے حملۂ بغداد نے مسلمانوں کے علمی اثاثے کو بہت نقصان پہنچایا۔ بیس لاکھ کتب کی سیاہی سے دجلہ کا پانی سیاہ ہوتا رہا۔

اس داستان کا مرکزی پس منظر اندلس کا ہے......عیسائیوں نے جب اندلس کے دارالسلطنت قرطبہ پر قبضہ کیا تو قرطبہ یونیورسٹی لوٹ لی۔ 1492ء میں اندلس کے آخری مسلم صوبے غرناطہ کا سقوط ہوا تو عیسائی پادری ''زیمنیں'' نے مسلمانوں کا علمی اثاثہ ضبط کرلیا۔ چنانچہ دور حاضر کا ایک مؤرخ ہنری کا مان اپنی تصنیف ''سپینشن انکوی زیشن'' میں یہ اعتراف کرتا ہے کہ:

''غرناطہ میں زیمنیں نے ہزارہا قرآن نذر آتش کئے۔ اس پادری کے حکم پر مذہب ودین پر مشتمل دس لاکھ پانچ ہزار کتابیں نذر آتش کی گئیں، صرف علم طب کیمیا، فلسفہ، جراحت وطبیعات پر مشتمل تین ہزار کتابیں ایسی تھیں جسے اس تنگ نظر راہب نے عیسائیوں کے لئے سودمند تصور کرتے ہوئے القلعہ یونیورسٹی ایک عیسائی یونیورسٹی کے سپرد کی تھیں۔''

الغرض اس دور میں مسلم دنیا کو ایک خاصا مقام حاصل تھا۔ مسلمان ہر شعبے میں عروج کے حامل تھے۔ سائنس کی دنیا میں قرطبہ کا وجود مانند فانوس تھا۔ بغداد و قرطبہ کی اسناد تمام عالم پر حاوی تھیں۔ ہر جگہ مسلمانوں کے علم وفن کا چرچا تھا۔

طب اور کیمیا، ہندسہ اور ہیئت
سیاست، تجارت، عمارت، فلاحت
لگاؤ گے کھوج ان کا جاکر جہاں تم
نشان ان کے قدموں کے پاؤ گے وہاں تم

لیکن آج یہ تمام اثاثہ اہل مغرب نے لوٹ لیا۔ ذرا مزید آگے چلئے، سلطان ٹیپو رحمتہ اللہ کی شہادت کے بعد انگلستان نے اس کے نجی وسرکاری کتب خانوں کو قبضے میں لے لیا، شاہان اودھ اور نواب ضیاء الدین نیر کا کتب خانہ بھی لوٹ کر برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لائبریری میں پہنچادیا...... آج مسلمان علماء کی یہ تصانیف میڈرڈ (سپین کا دارالحکومت) لندن، برلن، اٹلی اور پیرس کے عجائب خانوں اور لائبریریوں کی زینت بن چکی ہیں اور آج مسلمانوں کا علمی خزانہ یورپی اقوام کو آفتاب بنائے ہوئے ہے......!

نور ہے جہاں آج، کل تک تھا واں اندھیر
ہماری ہی کرنوں نے کی ہے واں سویر

اور مسلمانوں کی کتب وتصانیف سے استفادہ حاصل کرکے آج یورپ ترقی کی منازل طے کررہا ہے......

حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم......

اسلام کی روح

جناب جاوید چودھری لکھتے ہیں ''وہ یہودی تھا اور اسلام پر پی ایچ ڈی کررہا تھا۔ میری اس سے پیرس میں ملاقات ہوئی۔ پیرس میں دنیا کا بہت بڑا اسلامک سنٹر ہے اور یہ سنٹر علم کا خزانہ ہے۔ وہ یہودی ربی (یہودیوں کا دینی پیشوا) مجھے اس سنٹر کی چھت پر ملا۔ وہ اپنی نشست سے اٹھا، مجھے سلام کہا اور میرے ساتھ گفتگو شروع کردی۔ میں نے اس سے پوچھا کیا آپ مسلمان ہیں؟ اس نے مسکرا کر جواب دیا نہیں۔ میں جارڈن کا یہودی ہوں، میں ربی ہوں اور پیرس میں اسلام پر پی ایچ ڈی کررہا ہوں۔ میں نے پوچھا تم اسلام کے کس پہلو پر پی ایچ ڈی کررہے ہو؟ وہ بولا میں مسلمانوں کی شدت پسندی پر ریسرچ کررہا ہوں۔ میں نے پوچھا تمہاری تحقیق کا کیا حاصل ہے؟ اس نے کہا میں پانچ سال کی مسلسل ریسرچ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسلمان اسلام سے زیادہ اپنے نبی سے محبت کرتے ہیں۔ یہ اسلام پر ہر قسم کا جملہ برداشت کرجاتے ہیں لیکن یہ نبیؐ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی ذات پر اٹھنے والی کوئی اُنگلی برداشت نہیں کرتے۔ یہ جواب میرے لیے حیران کن تھا۔ وہ بولا میری ریسرچ کے مطابق مسلمان جب بھی لڑے، یہ جب بھی اٹھے اور جب بھی لپکے اس کی وجہ (ان کے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ آپ خواہ ان کی مسجد پر قبضہ کرلیں۔ آپ ان کی حکومتیں ختم کردیں۔ آپ قرآن مجید کی اشاعت پر پابندی لگا دیں یا آپ ان کا پورا پورا خاندان ماردیں، یہ برداشت کرجائیں گے۔ لیکن جونہی آپ ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام غلط لہجے میں لیں گے۔ یہ تڑپ اٹھیں گے اور اس کے بعد آپ پہلوان ہوں یا فرعون یہ آپ کے ساتھ ٹکرا جائیں گے۔ جس دن مسلمانوں کے دل میں (ان کے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں رہے گی، اس دن اسلام ختم ہوجائے گا اس کے بعد وہ (یہودی ربی) سلام لے کر چلا گیا۔ میں اس یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھتا ہوں کیونکہ میں اس سے ملاقات سے پہلے تک صرف سماجی مسلمان تھا لیکن اس نے مجھے دو فقروں میں پورا اسلام سمجھا دیا۔ میں جان گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اسلام کی روح ہے اور یہ روح جب تک قائم ہے اس وقت تک اسلام کا وجود بھی سلامت ہے، جس دن یہ روح ختم ہوجائے گی اس دن ہم میں اور عیسائیوں اور یہودیوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔'' (محاسن اسلام 160 ص 31)۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے دلوں میں ہمیشہ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وچاہت اجاگر رکھے اور ہمیں صحیح معنوں میں غلام رسولؐ اور محمدیؐ بنائے۔ آمین!

حبیب کبریا تم ہو محمد مصطفیٰ تم ہو
ہمیں تو ناز اس پر ہمارے راہ نما تم ہو
محمدؐ کی صحبت دین حق کی شرط اول ہے
اس میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

محمد عبداللہ گل۔ علی پور



بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناحؒ مشاہیر کی نظر میں

شیخ عبدالحمید عابد

قدرت نے جہاں قائداعظمؒ کو بے پناہ جسمانی و ذہنی، عقلی، فکری صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہاں پر ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی خاطر انہیں مومنانہ کردار کے زیور سے بھی آراستہ کررکھا تھا۔ اعلیٰ کردار کے بغیر تمام صلاحیتیں بے کار ہوجاتی ہیں۔ بڑی بڑی ذہین وفطین اور قدآور شخصیات گزری ہیں جو صرف ناپختگی کو کردار کے باعث گرد راہ بن کررہ گئیں۔ علم بغیر عمل کے بے کار ہے اور عمل بغیر خلوص کے بے فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم و عمل اور خلوص تینوں چیزیں اس مردقلندر کو عطا کر دی تھیں۔ ان کی قومی ونجی زندگی میں کہیں جھول نظر نہیں آتا۔ اصول پرستی، دیانت داری، انصاف پروری، خودداری، استقامت، اعتدال پسندی، بے خوفی و بے لوث وعدہ ایفائی اور صبروتحمل ان کی زندگی کے اصول تھے۔

قائداعظمؒ کے حسن تدبر اور اعلیٰ کردار کے اپنے اور پرائے سبھی معترف تھے ان کے مخالفین بھی ان کی سیاسی بصیرت اور قوم کی مخلصانہ خدمات کا اقرار کرتے تھے۔ اب ہم اس عظیم قائدؒ کے بارے میں چند مشاہیر کے تاثرات بیان کرتے ہیں۔ لندن ٹائمز کے ایک اداریے کے مطابق ''قائداعظمؒ نے اپنی ذات کوایک بہترین نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنے اس دعوے کو ثابت کر دیا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ان میں ذہنی لچک نہیں تھی جو کہ انگریزوں کے نزدیک ہندوستانیوں کا خاصہ ہے۔ ان کے تمام خیالات ہیرے کی طرح قیمتی مگر سخت اور واضح ہوتے تھے۔ ان کے دلائل میں ہندولیڈروں جیسی حیلہ سازی نہ تھی بلکہ وہ جس نقطۂ نظر کواپناتے تھے اس پر قائم رہتے تھے وہ ایک ناقابل تسخیر حریف تھے۔''

اٹلی کے ڈکٹیٹر مسولینی قائداعظمؒ کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں ''قائداعظمؒ کے بارے میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ ایک تاریخ ساز شخصیت تھے جو صدیوں میں پیدا ہوتی ہے۔''

وزیر ہند مسٹر مانٹیگو نے نومبر 1917ء میں جناح سے ملاقات کی جس میں لارڈ چمسفورڈ بھی شریک تھا۔ مانٹیگو نے اس ملاقات کے تاثرات یوں بیان کیے ہیں ''جناح داخل ہوا۔ نوجوان شائستہ، باوقار، استدلال کے ہتھیاروں سے مسلح اپنی سکیم کی برتری پر بضد وہی ذمہ دار حکومت اور خوداختیاری کی سکیم اس سے کم پر راضی ہوبھی نہیں سکتا تھا۔ میں پہلے ہی تھکا ہوا تھا اس نوجوان نے مجھے زچ کر کے رکھ دیا۔ اس نے غریب چمسفورڈ کو اس طرح جکڑ دیا جس طرح مکڑی اپنے جالے میں مکھی کو جکڑ لے۔''

سرآغاخان قائداعظمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں ''میں نے دنیا میں بڑے بڑے انسانوں سے ملاقات کی ہے مگر ان سب میں قائداعظم عظیم ترین ہیں۔''

ڈاکٹر پروفیسر علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ''ہندوستان میں آپ (قائداعظمؒ) کی ذات ایسی ہے جس سے قوم کو یہ امیدیں وابستہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ مستقبل میں جو سیلاب آئے گا اس میں صرف آپ ہی ملت کی کامل رہنمائی کرسکیں گے۔''

سروجنی نائیڈو جو کہ بلبل ہند کے نام سے مشہور تھیں قائداعظمؒ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں ''میں کافی دیر سے قائداعظم کو جانتی ہوں۔ ان کے بارے میں خواہ کوئی بھی رائے قائم کی جائے لیکن میں پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں ان کو کسی بھی قیمت پر خرید انہیں جاسکتا۔''

مسز وجے لکشمی پنڈت کہتی ہیں ''اگر مسلم لیگ میں ایک سو گاندھی اور دو سو ابوالکلام ہوتے اور کانگرس میں صرف ایک جناح ہوتا تو ملک کبھی تقسیم نہ ہوتا۔''

میری ایس ٹروجن سابق امریکی صدر قائداعظمؒ کے بارے میں رقم طراز ہیں ''دولت پاکستان کا معمار دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا بانی مجھے یقین ہے کہ سر جناح کی غیرمعمولی قیادت حکومت پاکستان اوراس کے عوام کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔''

برطانیہ کے ایک سابق وزیراعظم ایرے میکڈنلڈ نے قائداعظمؒ کی عظمت کا اعتراف یوں کیا ''قائداعظم کو کسی

بھی قیمت پر خریدا نہیں جا سکتا لالچ اور خوف کے الفاظ ان کی لغت میں نہیں تھے۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن ''جناح کی شخصیت بڑی نمایاں اور ممتاز تھی۔ چٹان کی طرح اپنے مقام پر محکم، سخت اور اس کے ساتھ انتہائی ٹھنڈے دل ودماغ کا انسان اگر وہ کسی سے سمجھوتہ کرتا تھا تو جھک کر بزدلانہ انداز میں نہیں مردانہ وار سمجھوتہ کرتا تھا۔''

سرونسٹن چرچل کہتے ہیں ''جناح ایک بہترین سیاستدان ہیں۔ وہ ذہین وفطین ہیں۔ مسلمانوں کے اس لیڈر کو میں ساری زندگی دل سے فراموش نہیں کر سکتا۔''

جواہر لال نہرو ''انسان کا قیمتی سے قیمتی سرمایہ یہی ہے کہ وہ اعلیٰ کردار کا مالک ہو۔ عمدہ سیرت رکھتا ہو۔ مسٹر جناح کی شخصیت اعلیٰ کردار کا نمونہ تھی جس کے ذریعے انہوں نے زندگی کے ہر معرکے کو سر کیا۔''

ماسٹر تارا سنگھ کے مطابق ''قائداعظم نے مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی سے بچایا اگر یہ شخص سکھوں میں پیدا ہوتا تو اس کی پوجا کی جاتی۔''

بقول جارج ششم شہنشاہ انگلستان ''قائداعظم محمد علی جناح انسانوں میں ایک ایسے منفرد رہنما جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر یہ اعزاز حاصل کیا۔ ان کی مسلسل محنت اور جدوجہد کروڑوں مسلمانوں کی فتح کا باعث بنی۔''

قائداعظمؒ قوم کے لئے زندہ اور ممبئی میں جب آپ نے وکالت کا آغاز کیا اور محنت، دیانت اور ذاتی قابلیت کی بنا پر وہ اپنے پیشہ میں ہندوستان کے عظیم وکیل اور ممتاز قانون دان بن گئے۔ وکالت میں انہوں نے لاکھوں کی رقم کمائی مگر آدھی سے زیادہ رقم اسلامی اداروں کی نذر کر دی۔ اس مردمومن نے اتنا بڑا صدقہ جاریہ چھوڑا جس کی اس زمانے کے شہنشاہوں کو توفیق نہ ہوئی۔

ساتھیو! دیکھا آپ نے یہ ان ملکی اور غیر ملکی رہنماؤں کے تاثرات ہیں جو کہ پاکستان کے خلاف اور قائداعظمؒ کے دشمن تھے لیکن ان کی شخصیت میں پائی جانے والی خوبیوں کے معترف بھی تھے۔

پیارے دوستو! ہم سب کو اپنے قائد کی ان خوبیوں پر فخر ہونا چاہئے اور دنیا میں سربلند کر کے اپنے قائد کو خراج تحسین پیش کرنے کے علاوہ ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا چاہئے۔

آیئے! قائدؒ کی 66 ویں برسی کے موقع پر عہد کریں کہ قائدؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس ملک پاکستان کو عظیم اور ناقابل تسخیر بنائیں گے اور قائدؒ کے خواب کو صحیح معنوں میں شرمندۂ تعبیر کریں گے۔

پھول قطعہ کاریاں



عزم نو کی نوید دیتی ہے
حوصلے نت نئے جگاتی ہے
روشنی بن کے ہر اندھیرے میں
چھ ستمبر کی یاد آتی ہے

ظفر علی راجا

ماہنامہ ''پھول'' نے بچوں کے رسائل میں نئی روایات قائم کرتے ہوئے ہر ماہ قطعہ کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ معروف شاعر دانشور اور وکیل ظفر علی راجا ہر ماہ قطعہ کاریاں کریں گے۔ (مدیر)

تجھے سلام

تجھ پہ رحمت صبح و شام
مجید نظامی تجھے سلام
ہم پہ تھا اک خاص انعام
مجید نظامی تجھے سلام
قلم تیری سے موتی بکھریں
یاد رہے گا تیرا کلام
مجید نظامی تجھے سلام
ہر دم تیری کوشش تھی یہ
کوئی مومن نہ رہے غلام
مجید نظامی تجھے سلام
حق کی خاطر ڈٹ جانا
ڈھونڈے تجھ سا قائد عوام
مجید نظامی تجھے سلام
دنیا میں تم باعث رحمت
رخصت تیری ماہ صیام
مجید نظامی تجھے سلام

رحما اویس بٹ۔ گوجرانوالہ

اے عرض۔وطن

تو ہے پھولوں کا چمن
جس کی صبح پرنور ہو
ہر سمت پھیلی سنہری دھوپ ہو
محبت سے گوشے سجے پیہم
تیری روح میں بسے دیس دیس کے موسم
اونچی حسین وادیوں میں
سفید برف کے چھینٹے
یوں لگیں کہ جیسے..
گنگناتے ہوئے دلفریب سازوں کا جنم
اے عرض۔وطن تو سلامت رہے
تجھ پہ سایۂ خدا تا قیامت رہے

نیلما تصور۔ کراچی

محمد علیم نظامی

بابائے صحافت، روزنامہ نوائے وقت کے چیف ایڈیٹر، ماہنامہ پھول کے روحِ رواں اور ہفت روزہ فیملی میگزین اور ندائے ملت کے بانی جناب مجید نظامی 3 اپریل 1928ء کو پیدا ہوئے۔ گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر 86 برس تھی۔ جناب مجید نظامی مرحوم نے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے انٹرمیڈیٹ کے بعد ہیلی کالج لاہور میں بی کام میں داخلہ لیا لیکن اسے چھوڑ کر گورنمنٹ کالج لاہور چلے گئے۔ جہاں اُنہوں نے گریجوایشن کے بعد پولیٹیکل سائنس میں ایم اے کیا، گورنمنٹ کالج میں تعلیم کے دوران ہی مجید نظامی لندن چلے گئے اور وہاں انٹرنیشنل افیئرز کا کورس کیا۔ بار ایٹ لاء کے لیے داخلہ لیا۔

1962ء میں جب بانی نوائے وقت کے ایڈیٹر انچیف جناب حمید نظامی اللہ کو پیارے ہوئے تو مجید نظامی نے ان کی جگہ نوائے وقت کے ایڈیٹر انچیف کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ انہوں نے زمانہ طالب علمی میں تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریکِ آزادی میں ان کے کردار کو سراہتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے ان کو مجاہدِ پاکستان کے ایوارڈ سے نوازا۔ مجید نظامی مرحوم کے انتقال پر ملک کی چند مشہور ہستیوں نے جناب مجید نظامی کو جن الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ذیل کی سطور میں ملاحظہ فرمایئے۔

حکومت پاکستان نے مجید نظامی مرحوم کو مجاہد تحریکِ پاکستان ایوارڈ سے نوازا

مجید نظامی مرحوم کو ملک کے سیاسی رہنماؤں کا خراجِ عقیدت

☆ مجید نظامی کی وفات سے صحافت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ (صدر مملکت ممنون حسین)

☆ ڈاکٹر مجید نظامی کی صحافت کے لیے خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ وہ محبِ وطن پاکستانی تھے۔ قابلِ قدر خدمات سرانجام دینے پر تاریخ میں مرحوم کا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ (وزیر اعظم نواز شریف)

☆ مجید نظامی اپنے اندر ایک پورا ادارہ تھے اور صحافت کے شعبہ میں خدمات طویل مدت تک یاد رکھی جائیں گی۔ (سینیٹر پرویز رشید)

☆ مجید نظامی کی وفات سے عالم اسلام کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ پوری قوم کو ان کی وفات پر صدمہ ہوا ہے۔ (گورنر پنجاب)

☆ مجید نظامی مرحوم کی شعبہ صحافت، نظریۂ پاکستان کے تحفظ، تحریک پاکستان کے کارکنوں کی فلاح و بہبود، ملک میں جمہوریت کی سربلندی اور آئین کی بالادستی کے لئے گراں قدر خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ (شہباز شریف)

☆ مجید نظامی کے انتقال سے صحافت کا ایک روشن اور تاریخ ساز عہد ختم ہوگیا ہے۔ (چودھری پرویز الٰہی)

☆ مجید نظامی مرحوم ملکی مضبوطی اور سالمیت کے لیے ساری زندگی کوشاں رہے۔ (امیر جماعت اسلامی سراج الحق)

☆ مجید نظامی مرحوم ملکی مضبوطی اور صحافت کے معیار کو بلند کرنے کے عزم کے ساتھ دُنیا سے رخصت ہوگئے۔ (چودھری شجاعت حسین)

☆ مجید نظامی مرحوم اعلیٰ پائے کے صحافی اور روایات کے امین تھے۔ وہ صاف ستھری صحافت پر یقین رکھتے تھے۔ (عمران خان)

☆ حب الوطنی کے لحاظ سے مجید نظامی مرحوم کی زندگی ہم سب کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ (مولانا فضل الرحمٰن)

☆ مرحوم مجید نظامی نہ صرف پاکستان بلکہ عالمی سطح پر بھی مقبول تھے اور انہوں نے بطور ایک عظیم صحافی کے خوب نام کمایا۔ (یوسف رضا گیلانی)

☆ مجید نظامی مرحوم اپنے دل میں پاکستان کا درد رکھتے تھے۔ وہ صحافت کی ترویج کے لیے کوششیں کرتے رہے۔ (مخدوم جاوید ہاشمی)

اس کے علاوہ تمام شعبہ ہائے زندگی کی اہم شخصیات نے ان کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

☆☆☆

تمہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں

محمد شعیب مرزا

پاکستان کی عسکری تاریخ درخشندہ روایات اور تابناک ابواب سے بھری ہوئی ہے۔ وطن عزیز کی سلامتی، تحفظ اور دشمنوں کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لئے پاکستان کی بری، بحری اور فضائی افواج نے قابل فخر کارنامے انجام دیتے ہوئے شاندار تاریخ رقم کی اور ضرورت پڑنے پر وطن کے دفاع کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے بھی پیش کیے۔ ذیل میں پاکستان کی مسلح افواج کے تینوں سربراہوں کے تعارف پیش کیے جا رہے ہیں تاکہ قوم خاص طور پر نئی نسل اپنے ان محافظوں اور محسنوں سے متعارف ہو سکے۔ اس وقت جب پاکستان واحد مسلم ایٹمی قوت ہے اور عالمی طاقتیں متحد ہو کر اس قلعہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے سازشیں کر رہی ہیں ہمیں امید ہے کہ ہمارے یہ سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ، صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم اور ٹیپو سلطان کی طرح ہر اسلام اور پاکستان دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیں گے کیونکہ ......تم ہو پاسباں اس کے۔



چیف آف آرمی سٹاف جنرل راحیل شریف

راحیل شریف 16 جون 1956ء کو کوئٹہ میں شاندار عسکری روایات کے حامل خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد شریف پاک فوج میں میجر تھے۔ ان کے بڑے بھائی میجر شبیر شریف شہید نے 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں جرأت مندی سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ ان کی شجاعت اور نمایاں کارکردگی پر حکومت پاکستان نے انہیں پاکستان کا سب سے بڑا فوجی اعزاز "نشان حیدر" عطا کیا۔ جنرل راحیل شریف اپنی دو بہنوں اور تین بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔ ان کے ایک بھائی ممتاز شریف پاک فوج میں کیپٹن تھے۔ جنرل راحیل شریف 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں بی آر بی نہر پر دشمن کو روک کے رکھنے اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کرنے اور "نشان حیدر" حاصل کرنے والے میجر راجا عزیز بھٹی شہید کے بھتیجے ہیں۔ وہ شادی شدہ اور دو بیٹوں اور ایک بیٹی کے والد ہیں۔ جنرل راحیل شریف وطن عزیز کے لئے عظیم قربانیاں دینے والے خاندان کے قابل فخر سپوت ہیں اور وطن عزیز کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے کے لئے ہمہ وقت مصروف ہیں۔ اپنا عہدہ سنبھالتے ہی انہوں نے دہشت گردوں کے خلاف بھرپور کارروائیاں کیں اور حال ہی میں "ضرب عضب" کے نام سے ملک دشمن عناصر کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا ہے، جس سے ملک میں بم دھماکوں کے واقعات میں نمایاں کمی ہوئی ہے۔ جنرل راحیل شریف جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاک فوج کے افسروں اور جوانوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے خطرناک محاذوں پر جا کر ان سے خطاب کرتے ہیں۔ جس کی مثالیں آپریشن ضرب عضب اور کوئٹہ میں دہشتگردی کی کارروائی کو ناکام بنانے والے افسروں اور جوانوں کے پاس جا کر ان کی حوصلہ افزائی اور مورال بلند کرنا ہے۔

جنرل راحیل شریف کو 2013ء میں چیف آف آرمی سٹاف مقرر کیا گیا۔ وہ پاکستان کے 15ویں آرمی چیف ہیں۔ وہ اپنے پیش رو جنرل پرویز کیانی کی طرح خود کو ہر قسم کی سیاسی مداخلت سے بالاتر رکھتے ہوئے اپنی تمام توجہ اپنے پیشہ ورانہ فرائض کی ادائیگی پر مرکوز رکھنے پر یقین رکھتے ہیں۔ امید ہے وہ نہ صرف اپنی خاندانی روایات پر عمل کرتے ہوئے بلکہ ان میں نمایاں اضافہ کرتے ہوئے پاکستان کی جغرافیائی ہی نہیں نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کو بھی یقینی بنائیں گے اور پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بنائیں گے۔



ایئر چیف مارشل طاہر رفیق بٹ

ایئر چیف مارشل طاہر رفیق بٹ نے 19 مارچ 2012ء کو اپنا عہدہ سنبھالا۔ اس سے قبل وہ 5 اکتوبر 2010ء سے بطور وائس چیف آف ایئر سٹاف خدمات انجام دے رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ایئر ہیڈ کوارٹرز اور کمانڈنگ آپریشنل بیس پر بحیثیت ڈپٹی چیف آف ایئر سٹاف بھی رہے۔

ایئر مارشل طاہر رفیق بٹ نے 6 مارچ 1977ء کو پاکستان ایئر فورس میں بطور جنرل ڈیوٹی پائلٹ کمیشن حاصل کیا۔ وہ مختلف اہم ذمہ داریاں انجام دیتے رہے جن میں فلائنگ انسٹرکٹر، اسکارڈن کمانڈر، آفیسر کمانڈر فلائنگ ونگ، بیس کمانڈر (پی اے ایف بیس میانوالی) ایئر آفیسر کمانڈنگ، ڈپٹی چیف آف ایئر سٹاف اور وائس چیف آف ایئر سٹاف شامل ہیں۔ وہ قومی احتساب بیورو خیبر پختونخواہ کے سربراہ بھی رہے۔

ستمبر 1965ء کی جنگ میں پاک فضائیہ کی شاندار کارکردگی کے بعد ملک دشمن عناصر دہشت گردی کی کارروائیوں میں پاک فضائیہ کو نقصان پہنچانے کے لئے کوشاں ہیں۔ امید ہے پاک فضائیہ کے سربراہ نہ صرف ملک دشمن عناصر کے ناپاک عزائم کو ناکام بنائیں گے بلکہ جنگ ستمبر جیسی درخشندہ روایات اور ایم ایم عالم جیسے کارہائے نمایاں انجام دے کر وطن کی فضائی سرحدوں کے تحفظ کو یقینی بنائیں گے اور کسی قسم کی جارحیت کی صورت میں دشمن کو منہ توڑ جواب دیں گے۔



چیف آف نیول سٹاف ایڈمرل محمد آصف سندھیلہ

چیف آف نیول سٹاف ایڈمرل محمد آصف سندھیلہ 1954ء کو سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ مقامی سکول سے پرائمری تعلیم مکمل کرنے کے بعد کیڈٹ کالج کوہاٹ میں داخلہ لیا۔ وہ 1972ء میں پاکستان نیول اکیڈمی کے شعبہ بزنس ایڈمنسٹریشن میں داخل ہوئے۔ انہوں نے برطانیہ کے رائل نیول کالج سے بھی تربیت حاصل کی۔ 1975ء میں انہوں نے بزنس ایڈمنسٹریشن میں BBA کی ڈگری حاصل کی اور پاکستان نیوی کی نیول آپریشنز برانچ میں بطور سب لیفٹیننٹ کمیشن حاصل کیا۔ انہوں نے پاکستان نیول وار کالج سے نیول سٹریجی میں ایم ایس سی کی ڈگری بھی حاصل کی۔ اس دوران وہ ایک سال کے لئے ڈیپوٹیشن پر انڈونیشیا گئے اور وہاں انڈونیشین نیول سٹاف کمانڈ اینڈ سٹاف کالج سے نیول سٹاف کورس مکمل کیا۔ انہوں نے نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی سے ''وار سٹڈیز'' میں بھی ایم ایس سی کی۔ پاک بحریہ کے لئے مختلف عہدوں پر نمایاں خدمات پر انہیں ہلال امتیاز (ملٹری)، نشان امتیاز (ملٹری) اور کئی ایوارڈز سے نوازا گیا اور 7 اکتوبر 2011ء کو انہیں پاک بحریہ کا چیف آف نیول سٹاف مقرر کیا گیا۔ وہ پاک بحریہ کے 19ویں سربراہ ہیں۔ ان کی شاندار خدمات کے پیش نظر توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ پاک بحریہ کی درخشندہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے پاکستان کی بحری سرحدوں کو ناقابل عبور بنائیں گے اور وطن عزیز کے ہر دشمن کے ناپاک عزائم کو ناکام بنائیں گے۔



آج بھی 65ء کے جذبے کی ضرورت ہے

''آپریشن ضربِ عضب'' میں بھی پاک فوج کو پوری قوم کی حمایت حاصل ہے

قوم ہر سال 6 ستمبر کو یوم دفاع پاکستان مناتی ہے۔ یوم دفاع قوم میں جہاں ایک نئی اُمنگ پیدا کرتا ہے وہاں دشمن کے قبیح عزائم کی نشاندہی بھی کرتا ہے کہ کس طرح اس نے ایک آزاد ملک کی آزادی کو سلب کرنے کی ناپاک کوشش کی اور اس قوم کے غیض و غضب کو دعوت دی جس نے صرف دو دہائیاں قبل ہزاروں جانوں کی قربانی دے کر اپنے لئے ایک الگ اور آزاد مملکت حاصل کی تھی۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں بھی پاکستان کی قوم نے اپنے جانثار بیٹوں کے شانہ بشانہ ملک کی سرحدوں کا دفاع باوقار انداز میں مؤثر بناتے ہوئے دنیا کو یہ باور کرا دیا کہ ہم ایک زندہ قوم ہیں۔ اس جنگ میں بہادری اور جرأت کے جو کارنامے سرانجام دیئے گئے اور قربانی کا جو جذبہ دیکھنے میں آیا وہ ناقابلِ یقین تھا۔

پاکستانی قوم نے جس جرأت اور بہادری کا مظاہرہ جنگ کے دنوں میں کیا وہ ہمارے نظریات اور قومی شعور کا مظہر ہے۔ یہ ایک ایسا معرکہ تھا جب ہمیں اپنے سے کہیں زیادہ عددی برتری والے دشمن سے مقابلہ کرنا تھا اور قوم کا یہی جذبہ تھا جس نے ہماری افواج کو دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا۔ جہاں ہماری بری افواج نے دشمن کو اس کی جارحیت کا دندان شکن جواب دیا وہاں ہمارے شاہینوں نے بھی پیشہ ورانہ مہارت کے اعلیٰ معیار قائم کئے۔ ان معرکوں میں پاک بحریہ بھی کسی سے پیچھے نہ تھی کہ اس نے ناقابلِ فراموش کارکردگی سے دشمن کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

جنگ 1965 میں پاکستانی عوام کا جوش و جذبہ دیدنی تھا۔ یہ معرکہ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کا امتحان تھا جس میں سرخرو ہو کر قوم نے ثابت کیا کہ وہ اپنے سرحدی محافظوں کے ساتھ ہے۔ قوم میں پایا جانے والا اتحاد اور شہریوں کا عزم لاہور، سیالکوٹ اور سرگودھا میں لہراتے ہوئے ''ہلال استقلال'' سے عیاں ہوتا ہے۔



تحریر: یوسف عالمگیرین

جنگ کا ایک محاذ ہمارے ادیبوں، شاعروں، گلوکاروں نے سنبھالا اور ولولہ انگیز ترانے اور نغمے تخلیق کئے جو نہ صرف قوم کے جذبات کے ترجمان تھے بلکہ میدان جنگ میں مصروف کار عساکر پاکستان کے جوش اور ولولے کی ضمانت بھی تھے۔ رئیس امروہوی کا لکھا ہوا ملی نغمہ ''خطۂ لاہور تیرے جانثاروں کو سلام'' جب مہدی حسن کی آواز میں ریڈیو اور ٹی وی سے نشر ہوا تو اس نے قوم اور افواج پاکستان میں ایک نئی روح پھونک دی۔

آج پھر 6 ستمبر ہے۔ تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ان چالیس سالوں میں ہم نے ہر شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں ترقی کی ہے۔ دفاعی شعبے میں مکمل خود کفالت کی منزل حاصل کر لی گئی ہے...... کیا یہ اعزاز کم ہے کہ پاکستان، دنیائے اسلام کی واحد ایٹمی طاقت ہے۔ ہماری افواج جدید اسلحہ و ساز و سامان سے لیس ہیں۔ چھوٹے ہتھیاروں سے لے کر اڑھائی ہزار کلومیٹر تک مار کرنے والے میزائل، جدید بکتر بند گاڑیوں سے لے کر دنیا کے تیز اور مؤثر ترین ٹینک الخالد تک، مشاق طیاروں سے لے کر جدید لڑاکا طیاروں جے ایف 17 تھنڈر تک اور سب سے بڑھ کر جنگی بحری جہازوں اور جدید ترین آبدوزوں تک اندرونِ ملک تیار کئے جا رہے ہیں۔ لیکن یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے دفاع وطن کے تقاضوں کو آج بڑے بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ یہ تقاضے آج اس حوالے سے بھی اہمیت اختیار کر گئے ہیں کہ پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ میں برسرِ پیکار ہے۔ اس نے آپریشن ضرب عضب کے ذریعے وزیرستان میں موجود ملکی اور غیر ملکی دہشت گردوں پر ایسی ضرب کاری لگائی ہے کہ انہوں نے بھاگنے میں عافیت جانی۔ بلاشبہ اس کے پیچھے بھی 65 کی جنگ والا جذبہ ہی ہے جو دہشت گردوں کے پاؤں اکھڑ گئے ہیں۔ ''آپریشن ضرب عضب'' میں بھی پوری قوم پاک فوج کے سپوتوں کے ساتھ کھڑی تھی۔ سیاستدان، دانشور، ذرائع ابلاغ، طالب علم، خواتین، مرد، بوڑھے اور بچے بھی پاک فوج کی کامیابی کے لیے قائداعظم کے سنہرے قول اتحاد، تنظیم اور یقین محکم کا عملی تصویر بنے دکھائی دیتے ہیں جو اس امر کی علامت ہے کہ پاکستان کی قوم یکجا ہو جائے تو بڑی سے بڑی خلفشار اور جارحیت سے بھی بدرجہ اتم نمٹ سکتی ہے۔



کیا آپ ایک معصوم فلسطینی کی امیدوں پر پورا اتریں گے؟

''لہو رنگ فلسطین سے...... ایک معصوم بچے کا خط''

نوریہ مدثر

میرے پاکستانی بھائیو!
کیسے ہو؟ میں دعا گو ہوں کہ اللہ آپ کو خوش و خرم ہی رکھے۔ میرا نام محمد عمر ہے اور میں غزہ کا رہائشی ہوں۔ میں اس امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہا ہوں کہ آپ میری مدد کرنے آئیں گے۔

میرا گھر جل چکا ہے۔ میری چھوٹی بہن آمنہ اسرائیلی گولیوں کا نشانہ بنی ہے۔ میرے اردگرد دھوئیں کے بادل ہیں اور بارود کی بو اس تپتے موسم میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ عید اہل غزہ کی کرب ناک عید تھی۔ ہر سحری و افطاری پانی کے چند گھونٹوں سے ہوتی تھی۔ یقیناً آپ لوگوں کا دل یہ سب جان کر رو رہا ہوگا کیونکہ آپ مسلمان ہیں۔

بس اسی وجہ سے آپ پاکستانیوں سے مدد کی امید کر رہا ہوں۔ مجھے میرے بابا نے کہا تھا کہ ''پاکستان'' دنیا کا واحد ملک ہے جو لا الہ الا اللہ یعنی کلمے کی بنیاد پر بنا ہے۔ کتنا عظیم ملک ہے نا۔ آپ کو پتا ہے اسرائیل ''نسل کشی'' جیسی گھٹیا حرکت کر رہا ہے۔ یہ یہودی ہم ننھے پھولوں سے خوفزدہ ہیں کہ کل کو ہم نے ہی ان کی اینٹ سے اینٹ بجانی ہے۔ جانتے ہو نا کہ فرعون نے بھی موسیٰ کے ڈر سے نسل کشی کی مگر کیا ہوا کہ خود موسیٰ کی اپنے گھر پرورش کی اور آخر پر ذلیل ہو کر پانی میں غرق ہوا۔ میں نے سنا ہے۔

''نور خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے''

مجھے حیرت ضرور ہے کہ بہت کم مسلمان ممالک نے یہودی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا ہے پر مجھے یقین ہے کہ سب پاکستانی غم و غصہ کی حالت میں ہوں گے۔ سب پریشان ہوں گے جب بھی کھانا کھاتے ہوں گے تب ہم فلسطینیوں کا خیال کر کے روتے ہوں گے، ہے نا!

پر میرے دوست کہہ رہے ہیں کہ ہماری مدد کرنے کوئی نہیں آئے گا۔ سب کے ضمیر مردہ ہیں۔ یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ جنگ صرف فلسطین کی جنگ ہے۔ باقی دنیا کو اس سے کوئی غرض نہیں، کوئی بھی اپنے غیر مسلم نام نہاد ''آقاؤں'' کے خلاف آواز نہیں اٹھانے والا۔ چاہے اس زمین و آسمان کا رب ان سے ناراض ہو جائے مگر ان کے ''وہ'' آقا ناراض نہ ہوں۔ اس لیے کوئی یہاں ہماری مدد کرنے کے لیے نہیں آئے گا۔

لیکن مجھے آپ پاکستانیوں پر یقین ہے۔ آپ لوگ میری مدد کریں گے نا! کیونکہ آپ پاکستانی ہیں یعنی پاک صاف۔ اور پاک لوگ اپنے مقدس مقام پر صیہونیوں کا گندا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ بس جلدی سے میری مدد کے لیے آجائیں اور میرے دوستوں کو غلط ثابت کر کے مجھے ان کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالیں۔ بہت امید کے ساتھ آپ کو اپنے حالات سے آگاہ کیا ہے۔

آپ کی مدد کا منتظر
''معصوم فلسطینی''



تیسرے بیٹے کی شہادت پر ان کے آنسو نہیں رک رہے تھے۔۔۔

آپ کیوں روئے؟

نذیر انبالوی

اسلام نگر کے قبرستان میں ایک گھنے پیڑ کے نیچے تیسری قبر کی کھدائی جاری تھی۔ گورکن سلامت اور اس کا بیٹا امانت قبر تیار کرنے میں مصروف تھے جب کہ صوفی عنایت اللہ ویل چیئر پر بیٹھے تھے۔ وہ جب سے قبرستان آئے تھے ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ گاؤں کے لوگ وقفے وقفے سے وہاں آتے اور صوفی عنایت اللہ کو تسلی دے کر چلے جاتے۔

صوفی جی! آپ گھر چلے جائیں جب قبر تیار ہو جائے گی تو آپ کو اطلاع پہنچا دوں گا۔ سلامت نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

''گھر جا کر کیا کروں گا، وہاں اب کون ہے، میں یہیں ٹھیک ہوں۔'' صوفی عنایت اللہ نے انکار کیا۔

صوفی عنایت اللہ کی نظر پہلی قبر کے کتبہ پر پڑی تو اس پر جلی حروف میں ''فرقان احمد شہید، 6 ستمبر 1965ء'' لکھا تھا۔

فرقان احمد ان دنوں چھٹی پر گھر آیا ہوا تھا۔ اُسے سوجی کا حلوہ بہت پسند تھا۔ وہ جب بھی گھر آتا اس کی امی جان سوجی کا حلوہ ضرور پکاتی تھیں۔ پاکستان کے ازلی دشمن بھارت نے جب شب خون مارا تو دیگر پاکستانی فوجیوں کی طرح فرقان احمد کو بھی فوری طلب کر لیا گیا۔ سوجی کا حلوہ تیار تھا۔ فرقان احمد نے اپنی فوجی وردی پہنی اور جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ امی جان نے جاتے ہوئے سوجی کے حلوے کا ایک لقمہ اس کے منہ میں ڈالا۔

''بہت مزیدار حلوہ ہے، واہ مزا آ گیا۔''

''تھوڑا سا حلوہ اور کھا لو۔''

''امی جان! دیر ہو رہی ہے، جب واپس آؤں گا تو بہت سا حلوہ کھاؤں گا۔ اچھا بابا مجھے پکی سڑک تک چھوڑ آئیں۔ آ جایئے ابا جان۔'' اس نے گھر سے نکلتے ہوئے چارپائی پر لیٹے اپنے چھوٹے بھائیوں پانچ سالہ نعمان اور ایک سالہ کامران کو پیار کیا۔ ماں باپ کی دعاؤں کی چھاؤں میں وہ گھر سے رخصت ہوا۔ جب وہ سائیکل پر سوار ابا جان کے ساتھ پکی سڑک تک پہنچا تو ابا جان نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''سینے پر گولی کھانا، پیٹھ پر گولی مت کھانا، بہادر جواں مردی سے لڑتے ہیں وہ پیٹھ دکھا کر نہیں بھاگتے۔''

''ابا جان! میں اپنے سینے پر گولی کھاؤں گا اور آپ کا سر فخر سے بلند کروں گا۔'' فرقان نے پُرعزم انداز میں کہا۔

جب فرقان احمد بس میں سوار ہوا تو صوفی عنایت اللہ کے لبوں پر دعائیں ہی دعائیں تھیں۔ اُس زمانے میں جنگ کی تازہ ترین صورت جاننے کے لیے گاؤں میں واحد ذریعہ ریڈیو تھا۔ گاؤں میں ایک ریڈیو نمبردار غلام علی کی حویلی میں تھا اور دوسرا ریڈیو ماسٹر اللہ دتہ کے ہاں تھا۔ شام کے وقت ماسٹر اللہ دتہ کے گھر کے صحن میں گاؤں کے لوگ اکٹھے ہو جاتے تھے۔ جب وہ بہادر پاکستانی فوجیوں کے کارنامے سنتے تو جوشیلے انداز میں نعرہ تکبیر ''اللہ اکبر'' کے نعرے بلند کرتے۔ میجر عزیز بھٹی اپنے

فوجی جوانوں کے ساتھ بی آر بی نہر کے کنارے دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے شہادت کا جام نوش کر لیا مگر دشمن کے مذموم ارادوں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ یہ جنگ سترہ دن جاری رہی۔ جنگ کے دسویں دن ایک فوجی جیپ اسلام نگر میں داخل ہوئی۔ انہیں صوفی عنایت اللہ کے گھر کی تلاش تھی۔ کچھ دیر بعد فوجی صوفی عنایت اللہ کے سامنے کھڑے تھے۔

''ہم آپ کو مبارک باد دینے آئے ہیں۔'' ایک فوجی بولا۔

صوفی عنایت اللہ ساری بات سمجھ گئے تھے۔ بے اختیار ان کی زبان سے نکلا۔

''الحمدللہ۔''

''شہید فرقان احمد کی ٹوپی آپ کو پیش کرتے ہیں''۔ دوسرے فوجی نے ٹوپی آگے بڑھائی تو صوفی عنایت نے اسے چوم لیا۔

''فرقان احمد نے جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور شہادت کا جام نوش کیا ہے۔ آپ اب ایک شہید کے باپ ہیں۔ شہید فرقان احمد کا جسد خاکی جمعرات کو گاؤں پہنچے گا، آپ قبر کا بندوبست کریں۔''

یہ خبر جان کر فرقان احمد شہید کی ماں کی آنکھوں میں آنسو آئے مگر صوفی عنایت اللہ نے صبر کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے خود اپنے بیٹے کی قبر تیار کی۔ وہ بہت خوش تھے۔ ان کے بیٹے نے پیٹھ پر نہیں اپنے سینے پر گولی کھائی تھی۔

جب فرقان احمد شہید کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا تو صوفی عنایت اللہ کی زبان پر شکر کے کلمات تھے۔ گاؤں کا ایک معمولی سبزی فروش ایک شہید کا باپ بن گیا تھا۔ اس موقع پر ننھے نعمان نے اپنی توتلی زبان میں کہا تھا۔

''میں بھی پھوجی بنوں گا، میں بھی بھائی جان کی طرح دشمنوں سے لڑوں گا۔''

''صوفی جی...... صوفی جی...... قبر تیار ہے۔'' سلامت نے اتنا کہا تو صوفی عنایت اللہ حال میں لوٹ آئے۔

''تم لوگوں نے جانا ہے تو چلے جاؤ میں یہیں موجود ہوں۔''

جب سلامت اور اس کا بیٹا وہاں سے چلے گئے تو صوفی عنایت اللہ کی نظر دوسری قبر کے کتبہ پر پڑی۔ کتبے پر ''نعمان احمد شہید، شہید کارگل'' کے حروف کندہ تھے۔

جب کارگل کی جنگ شروع ہوئی تو نعمان نے فون کیا تھا۔

''ابا جان! کارگل میں جنگ شروع ہو گئی ہے، آپ میرے لیے دعا کریں۔ امی جان تو اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ مجھے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔''

''میں ہر وقت تمہارے لیے دعا کر رہا ہوں، میری ایک بات یاد رکھو، دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اپنے سینے پر گولی کھانا، پیٹھ پر گولی کھا کر آئے تو میں کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گا۔''

''ابا جان! میں آپ کو کبھی مایوس نہیں کروں گا۔''

''اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہو۔''

کارگل کی جنگ کے حوالے سے تازہ ترین خبریں ٹیلی ویژن کے ذریعے مل جاتی تھیں۔ ایک دن یہ نشر ہوئی کہ دشمن کے ایک ٹھکانے کو تباہ کر کے کیپٹن نعمان احمد اور ان کے ساتھی شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے ہیں تو صوفی عنایت کی خوشی دیدنی تھی۔ ایک مرتبہ پھر فوجی جیپ ان کے گھر کے باہر کھڑی تھی۔ صوفی عنایت اللہ کے ہمت و حوصلے کی وہاں پر موجود سبھی لوگ داد دے رہے تھے۔

دوسرے دن انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے شہید بیٹے کی قبر تیار کی۔ جب نعمان احمد شہید کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کر دیا گیا تو کامران نے اپنے بھائیوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔

''میں اپنے بھائیوں کے مشن کو زندہ رکھوں گا۔''

جب ایک فوجی جیپ قبرستان میں آئی تو صوفی عنایت اللہ ماضی سے حال میں آ گئے۔ فوجیوں سے علیک سلیک کے بعد صوفی صاحب نے بتایا۔

''قبر تیار ہے۔'' یہ کہتے ہوئے صوفی عنایت اللہ رو دیئے۔

''میاں جی! صبر کریں آپ کو فخر ہونا چاہیے کہ آپ تین شہیدوں کے باپ ہیں۔ آنسو مت بہائیے، صبر کریں۔''

''میرا کامران بیٹا کب آ رہا ہے؟''۔

''کل صبح جسد خاکی کو لایا جائے گا۔'' فوجی جوان نے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد صوفی عنایت اللہ ویل چیئر پر اکیلے قبرستان میں بیٹھے تھے۔ تیسری قبر تیار تھی۔ قبر پر ''کامران احمد شہید، آپریشن ضرب عضب'' کا کتبہ آویزاں ہونے والا تھا۔ کامران نے آپریشن سوات میں بھی فوجی آپریشن میں حصہ لیا تھا مگر اسے شہادت نصیب نہ ہوئی تھی۔ سوات کو شدت پسندوں سے خالی کروانے کے بعد وہ جب گاؤں لوٹا تھا تو اگرچہ خوش تھا مگر شہید ہونے کی خواہش اس کے دل میں موجود تھی۔ پچھلے سال جب وہ گاؤں آیا تو اس کا بیگ خاصا وزنی تھا۔

''بیگ میں کیا ہے؟'' بیگم نے سوال کیا۔

''بہت کام کی چیز ہے۔'' کامران بولا۔

''لاؤ دکھائیں۔'' جب بیگم کے کہنے پر کامران نے بیگ کھول کر ایک پتھر کا کتبہ اس کے سامنے رکھا تو وہ رونے لگی۔ اس کے رونے کی آواز سن کر صوفی عنایت اللہ بھی کمرے میں آ گئے۔ ان کی نظر میز پر رکھے کتبے پر پڑی تو اس پر کندہ عبارت دیکھ کر ان کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔

''اللہ تعالیٰ تمہاری دل آرزو پوری کرے۔''

''آمین۔'' کامران نے کہا۔

جب شدت پسندوں کے خلاف آپریشن ضرب عضب کا آغاز ہوا تو ایک فوجی دستے میں کامران کا نام بھی شامل تھا۔ وہ بہت خوش تھا۔ جب وہ گھر سے روانہ ہونے لگا تو صوفی عنایت اللہ نے کہا۔

''میں وہی بات دہراؤں گا جو میں محاذ جنگ پر روانہ ہونے سے قبل کہتا ہوں۔''

''وہ بات مجھے یاد ہو چکی ہے، میں دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کروں گا، پیٹھ دکھا کر نہیں بھاگوں گا، میں اپنے سینے پر گولی کھاؤں گا، وطن عزیز کی حفاظت کے لیے دشمن کا ہر حال میں مقابلہ کروں گا۔'' کامران بولا

کامران نے رخصت ہونے سے قبل اپنی الماری میں رکھے اپنے کتبے پر نگاہ ڈالی۔ کتبہ پر ''کامران احمد شہید'' کے الفاظ کندہ تھے۔

جب کامران نے شمالی وزیرستان میں جا کر شدت پسندوں کے ٹھکانے کو ملیامیٹ کیا تو اس نے فون کر کے اپنے والد کو اس کے بارے میں بتایا تھا۔ کامران اس فوجی دستے میں شامل تھا جو پیدل دشمن کے ٹھکانوں کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ رات کے وقت وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رینگتے ہوئے شدت پسندوں کی طرف بڑھ رہا تھا کہ فائرنگ شروع ہو گئی۔ شدت پسند پہاڑی کی اوٹ میں تھے۔

ایک شدت پسند کی گولی کامران کے سینے میں لگی تو ایک جوان اس کی طرف بڑھا۔

''میری پرواہ مت کرو، میں ٹھیک ہوں، تم لوگ آگے بڑھو۔''

''سر! آپ شدید زخمی ہیں، میں آپ کو محفوظ مقام تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔'' جوان بولا۔

''میں نے کہا نا میری پرواہ مت کرو، میں ٹھیک ہوں۔ شدت پسند بچ کر نہیں نکلنے چاہیں، آگے بڑھو، حملہ کرو۔'' درد کے مارے کامران سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ جوان نہ چاہتے ہوئے بھی اُسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ پھر کامران نے اپنی گن سیدھی کر لی۔ وہ تاک تاک کر نشانہ لیتا رہا اور شدت پسندوں کو ختم کرتا رہا۔ خون زیادہ







بہہ جانے کے باعث وہ کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ جوانوں نے جب شدت پسندوں کے ٹھکانے کو ملیامیٹ کیا تو کامران نے آخری ہچکی لیتے ہوئے کہا۔
"یا اللہ تیرا شکر ہے، وطن کی مٹی کی گواہ رہنا میں نے تیری حفاظت کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔
صوفی عنایت اللہ نے کاغذ میں لپٹا کتبہ دیکھا تو آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کی رفتار تیز ہوگئی۔ گاؤں کے نمبردار بھی ان کے پاس آ گئے تھے۔ وہ ان کے دکھ میں برابر کے شریک تھے۔ دوسرے دن ایک فوجی ٹرک میں کامران احمد شہید کا جسد خاکی لایا گیا تو سارا گاؤں قبرستان میں اُمڈ آیا۔ اعلیٰ فوجی قیادت جنازے میں شریک تھی۔ سب نے صوفی عنایت اللہ کو گلے لگایا اور بیٹے کی شہادت کی مبارک باد دی۔ گاؤں والوں نے دیکھا تھا کہ دو بیٹوں کی شہادت کے موقع پر صوفی صاحب کی آنکھوں میں ایک آنسو بھی نہیں آیا تھا جب کہ تیسرے بیٹے کی شہادت پر اُن کی آنکھیں خشک ہی نہیں ہو رہی تھیں۔ رو رو کر اُن کی داڑھی تر ہوگئی تھی۔
جب قبر میں کامران احمد شہید کے خاکی جسم کو اتارا گیا تو صوفی صاحب اس قدر روئے کہ ہر آنکھ اشک بار ہوگئی۔
جب تدفین کا مرحلہ مکمل ہوا تو قبر پر "کامران احمد شہید" کا کتبہ لگا دیا گیا۔ گاؤں کے لوگ صوفی عنایت اللہ کے اردگرد کھڑے تھے۔ صوفی صاحب نے انہیں مخاطب کیا۔
"سب مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ میں تیسرے بیٹے کی شہادت پر اس قدر آب دیدہ کیوں ہوں، دو بیٹوں کی شہادت کے موقع پر میری یہ کیفیت نہ تھی۔ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ......" ان سے بات مکمل نہ ہوئی وہ زار و قطار رونے لگے۔ نمبردار نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ انہیں حوصلہ دیا۔
"میں اس لیے رو رہا ہوں کہ میرا اب کوئی بیٹا نہیں رہا جسے وطن کی حفاظت کے لیے اپنے گھر سے روانہ کروں، میں اب آنسو نہ بہاؤں تو کیا کروں؟" یہ سن کر گاؤں کے بہت سے نوجوانوں نے صوفی صاحب کو اپنے حصار میں لے لیا۔
آپ آنسو پونچھ لیں، ہم سب آپ کے بیٹے ہیں، ہم وطن عزیز کی حفاظت کی خاطر کٹ مریں گے مگر وطن پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے۔ ایک نوجوان نے صوفی صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ صوفی صاحب نے آنسو بھری آنکھوں سے نوجوانوں کو دیکھا اور پھر فوراً اپنے آنسو پونچھ لیے اب آنکھوں میں آنسوؤں کا کوئی جواز جو نہیں رہا تھا۔

جاں نثاری کی داستاں سُن کر
دل میں جذبے نئے ابھرتے ہیں
جب بھی آتا ہے یہ مہینہ ہم
چھ ستمبر کو یاد کرتے ہیں

ظفر علی راجا۔ لاہور

اقوالِ زریں کا خزانہ

☆ توبہ زبان سے نہیں ہوتی بلکہ عمل سے اور بری باتوں سے بچنے سے ہوتی ہے۔
☆ جسے خدا ذلیل کرنا چاہے وہ دولت کی تلاش میں لگ جاتا ہے۔
☆ غریب مہمان آجائے تو قرض لے کر بھی تکلف کرو۔
☆ خیالات کی جنگ میں کتابیں ہتھیاروں کا کام دیتی ہیں۔
☆ ہم دولت سے نرم بستر خرید سکتے ہیں لیکن اچھی نیند نہیں۔
☆ اگر کسی شخص کے دل سے جہالت دور نہیں ہوتی تو دعا، قربانیاں اور نذرانے سب بیکار ہیں۔
☆ نفرت نفرت سے کبھی کم نہیں ہوتی محبت سے کم ہوتی ہے۔
☆ جہاں اعتماد کے بیج کی آبیاری ہو وہیں حسرتیں پروان چڑھتی ہیں۔
☆ انسانی زندگی اس شمع کی مانند ہے، جو ہوا میں رکھی گئی ہے۔
☆ شکستہ کشتیوں کو ساحل کے قریب ہی رہنا چاہیے۔
☆ اس خوشی سے دور رہو جو کل غم کا کانٹا بن کر دکھے۔
☆ اپنی خوشی کے لیے دوسروں کی خوشی کو مٹی میں نہ ملاؤ۔
☆ بلند حوصلہ انسان کے ہاتھ میں آکر مٹی بھی سونا بن جاتی ہے۔
☆ اگر ارادے مضبوط ہیں تو کامیابیاں یقینی ہیں۔

(محمد بلال منشاء۔ لاہور)

آئینہ دیکھنے کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ

ترجمہ:۔
اے اللہ آپ نے جیسے میری شکل اچھی بنائی اسی طرح میرا اخلاق بھی اچھا بنا دے۔



1۔ حضرت عبدالمطلب کے القاب بتایئے؟
2۔ تاریخ اسلام کے پہلے منبر کے معمار کا نام کیا تھا؟
3۔ قرآن مجید میں پیش کی تعداد کیا ہے؟
4۔ قرآن مجید کی سب سے پہلے کتابت کس رسم الخط میں ہوئی؟
5۔ تزک بابری کس کی تصنیف ہے؟

دارالسلام کوئز کے جوابات ماہنامہ "پھول" کے ایڈریس پر ارسال کریں

صحیح جوابات بھیجنے والے پانچ (5) خوش نصیبوں کو دارالسلام کی طرف سے بذریعہ قرعہ اندازی 1000 روپے کی کتب انعام میں دی جائیں گی۔
پہلا انعام: 400 روپے کی کتب دوسرا انعام 250 روپے کی کتب
تیسرا انعام 150 روپے کی کتب دو اعزازی انعام 100،100 روپے کی کتب



ماہنامہ پھول، صدقۂ جاریہ

مجید نظامی کو ''اَمر'' کرنے کے لیے ماہنامہ پھول جیسا ''صدقۂ جاریہ'' ہی کافی ہے۔

پروفیسر رفعت مظہر

لگ بھگ بیس بائیس سال پہلے ماہنامہ ''پھول'' نظروں سے گزرا اور میں نے اسے ایک اچھی کاوش جانا۔ پھر ہنگامۂ ہائے روز و شب میں ایسی اُلجھی کہ اِس کے مطالعے کا موقع ہی نہ ملا۔ ویسے بھی ذہن میں یہی تھا کہ یہ میگزین بچوں کے لیے ہے اِسی لیے اِس کی طرف دھیان نہیں گیا البتہ میرے بچے اسے بہت شوق سے پڑھتے رہے اور میگزین بھی باقاعدگی سے گھر آتا رہا۔ فُرصت کے کچھ لمحات میسر ہوئے تو میں نے ماہنامہ ''پھول'' کی ورق گردانی شروع کر دی اور جوں جوں پڑھتی گئی میری دلچسپی کو مہمیز ملتی چلی گئی۔ یوں تو اِس کے سرِ ورق پر ''ہر عمر کے بچوں کے لیے'' لکھا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خوبصورت ماہنامہ بچوں، بوڑھوں، جوانوں اور خواتین سب کے لیے ہے اور اِس کے مضامین کی گہرائی اور گیرائی ہر کسی کو اپنے سحر میں جکڑنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ ستر، اسّی صفحات پر مشتمل اِس ماہنامے میں ہماری معاشی و معاشرتی زندگی کے تقریباً ہر پہلو پر سیر حاصل مواد مِل جاتا ہے۔ یہ ماہنامہ صرف ''پھول'' نہیں بلکہ پھولوں اور کلیوں کی مہکار میں گندھا ایسا گلدستہ ہے جس سے روح میں طراوت اور شبنمی ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد نے گھریلو بچیوں کی تعلیم و تربیت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اُردو ادب میں ایک نئی طرح ڈالی اور فنِ تربیت کو دلچسپ اور دل پذیر بنانے کے لیے قصّے کہانیوں کا انداز اختیار کیا جسے اُردو ادب میں ناول نگاری کے اوّلین نمونے بھی قرار دیا جاتا ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کے بعد بہت سے ناول لکھے گئے اور افسانے بھی لیکن جو مطمعٔ نظر ڈپٹی صاحب کا تھا وہ کسی بھی قلمکار کے پیشِ نظر نہ رہا۔ ماہنامہ پھول کے مطالعے کے بعد میں بلاخوف تردید کہہ سکتی ہوں کہ میرِ صحافت جناب مجید نظامی مرحوم کے نہاں خانۂ دل میں بھی وہی جذبہ کارفرما تھا جس کی بنیاد ڈپٹی نذیر احمد نے رکھی اور اُنہوں نے بھی نونہالانِ وطن کی تربیت کے لیے ماہنامہ پھول کا اجراء کیا۔ پچیس سال پہلے لگایا جانے والا یہ نخلِ نَو آج ایک تناور درخت کا روپ اختیار کر چکا ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ اِس نَوع کے بے شمار کارنامے ہیں جنہیں اِس دھرتی سے پیار کرنے والا کوئی بھی شخص کبھی بھلا نہیں پائے گا لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اُنہیں ''اَمر'' کرنے کے لیے ماہنامہ پھول جیسا ''صدقۂ جاریہ'' ہی کافی ہے۔

''پھول'' ایسا گلدستہ ہے جس سے روح میں طراوت اور شبنمی ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔



اُردو رسالوں میں اِسے دُنیا بھر میں منفرد اور مقبول ترین مقام حاصل ہے۔ یہ پاکستان سے والہانہ محبت کرنے والے مجید نظامی مرحوم کی بصارت و بصیرت اور دُور اندیشی ہی تھی جو اُنہوں نے مستقبل کے معماروں کے لیے ایسا کارنامہ سرانجام دیا۔ یوں تو مجید نظامی صاحب کے وطن کی محبت میں گُندھے

مجید نظامی مرحوم کی زندگی کا محور و مرکز ہی جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا تھا۔ حکومت کسی آمر کی ہو یا جمہوری آمر کی وہ بے دھڑک ''حق کی بات'' کہہ جاتے۔ شاید وہ پاکستان میں بھی خلفائے راشدین جیسے نظام کی آرزو رکھتے تھے کہ جہاں کوئی بھی خلیفۂ وقت سے یہ سوال کرنے کا حوصلہ رکھتا ہو کہ ''عمرؓ! بیت المال سے تو آپ کے حصّے میں صرف ایک چادر آئی تھی یہ دوسری چادر کہاں سے آ گئی؟''۔ اور امیر المومنین یہ فرمائیں ''میں طویل القامت ہوں اور ایک چادر سے پورا جسم نہیں ڈھانپ سکتا تھا اِس لیے میرے بیٹے نے مجھے اپنی چادر مستعار دے دی''۔ شاید نظامی صاحب کا کرب یہ بھی تھا کہ اُنہیں جمہوری لبادے کی اوٹ میں بادشاہت جھلکتی نظر آتی تھی جبکہ وہ تو چودہ سو سال پہلے کے ایسے دور کے آرزو مند تھے جس میں مجمعِ عام میں خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کیا کہ ''اے لوگو! اگر میں دُنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم کیا کرو گے؟''۔ مجمعے میں موجود ایک شخص نے اپنی تلوار نیام سے نکال کر کہا ''میں آپ کا سَر اُڑا دوں گا''۔ حضرت عمرؓ نے اُس شخص کو ڈانٹتے ہوئے غصّے سے کہا ''تُو امیر المومنین کی شان میں یہ الفاظ کہتا ہے''۔ اُس شخص نے ترکی بہ ترکی جواب دیا ''ہاں! آپ کی شان میں''۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے، منبر سے نیچے اُترے اور اُس شخص کو گلے لگا کر فرمایا ''اللہ کا شُکر ہے۔ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دیں''۔ لیکن پاکستان جیسا ملک جو وڈیروں، نوابوں، جاگیرداروں اور صنعت کاروں کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہاں نظامی صاحب مرحوم کے خواب کو تعبیر ملنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس کے باوجود بھی اُس ''مرد قلندر'' نے نہ صرف یہ آرزو پالی بلکہ ساری زندگی اسی جدوجہد کی نذر بھی کر دی۔

☆☆☆

نظمیں

ضربِ عضب

یہ ضرب عضب زندگی کا ہے نشاں
یہ ضرب عضب قوم کی بنی اماں
اس ایک ضرب سے ہوا عدو فنا
یہ ضرب عضب امن کی ہے رازداں
ہے نسبت اس کی مصطفیٰ ﷺ کی تیغ سے
یہ ضرب عضب سرحدوں کی پاسباں
یہ قوت اخوت عوام ہے
یہ ضرب عضب دیس کی ہے جانِ جاں
بلند اس سے عزم اپنا ہو گیا
یہ ضرب عضب عظمتوں کا آسماں
مقدر اس سے روشن اپنا ہو گیا
یہ ضرب عضب ہے مثال کہکشاں
یہ پاک فوج اس کی اب امیں بنی
ہے ضرب عضب پاک فوج کا نشاں
یہ ضرب عضب لے گئی فلک تلک
یہ ضرب عضب رفعتوں کی نکتہ داں
یہ ضرب عضب نور رب دوجہاں
یہ ضرب عضب روشنی کا ہے نشاں
رکے نہیں چلا رہے یہ کارواں
یہ ضرب عضب رحمتوں کارواں
یہ ضرب عضب جرات و بہادری
یہی شجاعتوں کی ٹھہری داستاں
یہ رحمتوں کے پانیوں کی بارشیں
یہ ضرب عضب ساحلوں کا بادباں
اسی سے پھول کھل گئے حیات کے
یہ ضرب عضب ہے مثال گلستاں
ہر اک جگہ مہک اٹھی جہاد سے
یہ ضرب عضب خوشبوؤں کی راہ داں
سنائے داستانیں صدق و عزم کی
یہ ضرب عضب جراتوں کی ہے زباں
ملا سرور دے کے جان دیس کو
یہ ضرب عضب ہے سکونِ قلب و جاں
اسی سے عافیت ملی وطن کو ہے
یہ ضرب عضب ہے پناہ آشیاں

ریاض احمد قادری۔ فیصل آباد

ضربِ عضب

وطن کے دشمنوں کو ضرب، عضب کی لگائیں گے
ہمیں بس امن چاہیے، جہان کو بتائیں گے
وطن کے دشمنوں کو ضرب، عضب کی لگائیں گے
لہو چمن کو دیں گے ہم، بہار پھر سے آئے گی
یہ زندگی جو رو رہی ہے، پھر سے مسکرائے گی
روش روش محبتوں کے پھول ہم کھلائیں گے
وطن کے دشمنوں کو ضرب، عضب کی لگائیں گے
ہمارے اپنے دیس میں نئے محاذ کھل گئے
یہ کون ہیں جو آج مرنے مارنے پہ تل گئے؟
نہ پھر سے اُٹھ سکیں کبھی سبق انہیں سکھائیں گے
وطن کے دشمنوں کو ضرب، عضب کی لگائیں گے
ہماری منزلیں ہمیں بلا رہی ہیں دوستو!
ہمیں یہ آپ راستہ دکھا رہی ہیں دوستو!
ہمارا عزم ہے کہ منزلوں کی سمت جائیں گے
وطن کے دشمنوں کو ضرب، عضب کی لگائیں گے

ناصر بشیر...... لاہور



بچوں کے مجید نظامی

وہ چاہتے تھے کہ ہر بچہ نظریہ پاکستان کا محافظ بنے

غلام زادہ نعمان صابری

ہمارے اور آپ کے ہردلعزیز مردِ میداں، امام صحافت محترم ڈاکٹر مجید نظامی صاحب اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ ہم سب کی دعا ہے کہ اللہ کریم جل شانہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)

مجید نظامی پاکستان میں وہ واحد شخصیت تھے جن کو بچوں سے بے حد پیار تھا اس لئے وہ بچوں کی اصلاح اور ان کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ وہ نظریہ پاکستان کے محافظ تھے ان کی دلی خواہش تھی کہ پاکستان کے ہر



بچے کے دل میں نظریہ پاکستان اجاگر ہو اور مستقبل میں ہر بچہ جوان ہو کر نظریہ پاکستان کا محافظ بنے۔

محترم ڈاکٹر مجید نظامی صاحب کی یہ بچوں سے پیار و محبت اور الفت کی انتہا ہے کہ انہوں نے ماہنامہ ''پھول'' کا اجراء کیا اور گرمیوں کی تعطیلات میں بچوں کے لئے ''نظریاتی سمر سکول'' کا اجراء کیا تاکہ بچوں کے دلوں میں نظریہ پاکستان کی شمع روشن کی جاسکے۔ آج کل کے اس دور میں لوگ اپنے حقیقی بچوں سے بیزار ہیں دوسروں کے بچوں کے بارے میں کون سوچتا ہے۔ لیکن محترم ڈاکٹر مجید نظامی صاحب فرد واحد ہیں جنہوں نے قوم کے بچوں کو اپنا بچہ سمجھ کر ان کی تعلیم و تربیت کا بیڑہ اٹھایا اور انہیں نظریاتی سمر سکول کا پلیٹ فارم مہیا کیا تاکہ وہ مستقبل کے معمار بن سکیں۔ یہ ان کا بچوں سے محبت و الفت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ہم تجھے کس طرح بھول پائیں گے
وہ سوچ وہ دل و دماغ کہاں سے لائیں گے
تا قیامت تیرا علم رہے گا بلند
صحافت میں تجھ سا کوئی اور کہاں پائیں گے

محترم ڈاکٹر مجید نظامی صاحب بچوں کو قوم کا مستقبل سمجھتے تھے اور ان کی دلی خواہش تھی کہ یہ قوم کا مستقبل نظریہ پاکستان کے جذبے سے لیس ہوتا کہ دشمن پیارے وطن کو میلی آنکھ نہ دیکھ سکے۔ ڈاکٹر مجید نظامی صاحب بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ اور مفکر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ سے سچی محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور وہ اس قوم کے مستقبل ننھے منے بچوں کے دلوں میں بھی بانیانِ پاکستان کی سچی محبت اور عقیدت اجاگر کرنا چاہتے تھے۔ ان کا دلی مقصد نسل نو کو پاکستان کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کرنا تھا تاکہ حقیقی پاکستان کا قیام وجود میں لایا جاسکے۔

جن سے وابستہ ہے قوم کا مستقبل
ان ننھے منے بچوں کو کچھ تو سکھانا چاہیے
پاکستان کیوں کر معرضِ وجود میں آیا
کچھ اس کا سبب بھی ان کو بتانا چاہیے

محترم ڈاکٹر مجید نظامی صاحب پاکستان کو ایک مضبوط ملک دیکھنا چاہتے تھے اس لئے وہ چھوٹوں سے لے کر بڑوں تک سب کی راہنمائی کرتے تھے۔ اس ملت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو دیکھ کر ان کو دلی رنج پہنچتا تھا۔ ڈاکٹر مجید نظامی صاحب اتحاد و یگانگت اور محبت و بھائی چارے پر یقین رکھتے تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ تمام مقتدر قوتیں اس ملک و ملت کے لئے ایک ہو جائیں۔

سراپا الفت و محبت تھا وطن کے لئے تو
اب اس وطن کو تیری یاد تو ستائے گی
تیری خواہش تھی مقتدر قوتوں کو یکجا کرنا
اب ان مقتدر قوتوں کو تیری یاد تو ستائے گی

یہ دنیا مقام فنا ہے۔ ہر ذی روح نے ایک دن اس دنیا کو چھوڑ جانا ہے۔ نیک اعمال اور اچھے کام اور کارنامے انسان کو دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں۔ محترم ڈاکٹر مجید نظامی صاحب اپنے اچھے اور نیک کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گے۔

بچوں کے مجید نظامی اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ جس طرح محترم مجید نظامی صاحب نے آپ لوگوں سے محبت اور خلوص رکھا ہے اسی طرح اب ان کے انتقال کے بعد آپ لوگوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ بھی اسی طرح ان کے لئے ہمہ وقت دعا گو رہیں کہ اللہ کریم جل شانہ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں خاص جگہ نصیب فرمائے (آمین)

☆☆☆









قمر رضا شہزاد

شاعر۔ استاد

اپنے پھولوں اور چراغوں کے نام

اندھیرے جاتے نہیں صرف سوچ لینے سے
چراغ خود نہیں جلتا جلانا پڑتا ہے

قمر رضا شہزاد

ملتان

۲۰۱۴ . ۵ . ۲۵

شاہرہ شاہد

ایگزیکٹو ڈائریکٹر
لوک ورثہ اسلام آباد

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

شاہرہ شاہد۔

اسلام آباد



میاں محمد ارشد

تاجر و سماجی رہنما

دوسروں سے ہمیشہ نرم گفتگو کرو
کیونکہ
خدا نے زبان میں ہڈی پیدا نہیں کی

Arshad

لاہور



شہزاد بیگ

شاعر۔ سیکرٹری ''اکائی''

مل جل کر تم سب یہ سوچو
کیا کھونا کیا پانا ہے
تجھ سے مجھ کو مان بہت ہے
میرا مان بچانا ہے

شہزاد بیگ

فیصل آباد



یومِ دفاع اور استحکامِ پاکستان

محمد عزیز چشتی

وہ سوچ جو کسی عمارت کی تعمیر میں پہلی اینٹ کا کام دے وہ اس عمارت کی بنیاد ہوتی ہے اور اسی سوچ پر عمارت کے قیام کا انحصار ہوتا ہے۔

بنیاد جتنی مظبوط ہوتی ہے، عمارت اتنی ہی پائیدار ہوتی ہے۔ پاکستان کی عمارت کے قیام میں جس سوچ نے اولین اینٹ کا کردار ادا کیا

وہ ہے ''ایمان، اتحاد اور تنظیم'' ۔ یہ دنیا کا وہ واحد ملک ہے جس کی تشکیل نظریاتی بنیادوں پر کی گئی۔ مملکت پاکستان کا نظریہ ''لا الہٰ الا اللہ''

پر قائم ہے۔ یہ وہ عظیم اسلامی ملک ہے جو ایک طویل جہدو جہد اور لازوال قربانیوں سے حاصل کیا گیا، جس کیلئے لاکھوں شہدا نے جان

کے نذرانے دیے۔ پاکستان کو حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان ایک آزاد فضا میں سانس لے سکیں جہاں انھیں اپنی عظیم روایات برقرار رکھنے کا موقع مل سکے۔ بانیِ پاکستان قائد اعظمؒ کے مطابق ملک کو حاصل کرنے کا مقصد ملک کو فلاحی، جموری اور اسلامی ریاست بنانا تھا۔

6 ستمبر کو پاکستان میں یوم دفاع ان شہیدوں کی یاد میں منایا جاتا ہے، جنھوں پاکستان کی بقا، سلامتی اور اس کی عظمت کی خاطر اپنا تن من دھن وطن پر نثار کر دیا۔ پاکستانی ایک زندہ قوم ہیں، جو ہر آزمائش، مصیبت اور مشکل تر حالات میں گھبراتے نہیں بلکہ یک جاں ہو جاتے ہیں۔ زلزلہ ہو یا سیلاب، آندھی ہو یا طوفان، قدرتی آفات ہوں یا دشمن کی طرف سے حملہ، وہ ڈٹ کر ہر آفت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ 6 ستمبر 1965ء کو جب بھارت نے ایک غیور اور بہادر قوم کو للکارا تو پوری قوم پاک فوج کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر یک جاں اور یک زباں ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ بزدل دشمن جس نے رات کی تاریکی میں حملہ کیا اور یہ منصوبہ بنا کر آیا تھا آج ناشتہ لاہور کے جم خانہ میں کرے گا۔ اگر چہ دشمن ہم سے کئی گنا طاقت ور تھا۔ جدید جنگی ساز، سامان سے لیس تھا لیکن وہ یہ بھول گیا کہ جنگیں محض ہتھیاروں سے نہیں جذبوں سے جیتی جاتی ہیں۔

پاکستانی قوم کے صدر جنرل ایوب خان نے بھارتی عزام کو خاک میں ملانے کا اعلان کچھ ان تاریخی الفاظ میں کیا'' بھارت یہ بھول گیا ہے کہ اس نے لا الہ الا اللہ پڑھنے والوں کو للکارا ہے جو انشاء اللہ اس کا دندان شکن جواب دیں گے'' ۔۔۔۔۔۔تو ایسا ہی ہوا۔

بھارتی افواج لاہور شہر کے نواحی علاقوں میں داخل ہو گئیں اور بی بی سی نے یہاں تک اعلان کر دیا کہ پاکستان کے شہر لاہور پر بھارتی افواج نے قبضہ کر لیا ہے۔ لیکن پاکستانی شاہین ایسے بھرے انھوں نے اپنی جرأت اور ہمت سے پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈے پر کھڑے 22 بھارتی طیاروں کو تباہ کر دیا اور دشمن کی پیش قدمی روکنے کیلئے پاکستانی فوج کے بہادر جوان اپنے وجود کے ساتھ بم باندھ کر بھارتی ٹینکوں کے راستوں پر لیٹ جاتے اور دیکھتے ہی دیکھتے بھارتی ٹینک تباہ ہوتے جاتے۔ ایم ایم عالم نے آن ہی آن میں دشمن کے جنگی طیارے جو پاکستانی علاقوں پر بم باری کر رہے تھے ان کو تباہ کر دیا۔ ان حملوں سے دشمن ایسی بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر بھاگا کہ دوبارہ میلی آنکھ سے دیکھنے کی جسارت تک نہ کی۔ پاکستانی عوام نے فوج کے شانہ بشانہ مل کر کام کیا۔ پاکستانی افواج کے بہت سے مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔ جن میں میجر عزیز بھٹی شہید اور حوالدار لالک جان سر فہرست ہیں۔ میجر خادم حسین اور لیفٹیننٹ افتخار نے قصور، ہڈیاہ اور واہگہ کے محاذوں پر اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور اس طرح 6 ستمبر کا قیمتی دن تاریخ نے سنہری حروف سے لکھا۔

قدرت نے پاکستان کو بے انتہا نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کی مٹی سونا اگلتی ہے، خطہ پاکستان میں بے انتہا قدرتی وسائل ہیں۔ یہاں پہاڑ، دریا، صحرا، وادیاں اور معدنیات ہیں۔ پاکستان میں استحکام اور مظبوطی کیلئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس کی نظریاتی سرحدیں مظبوط کی جائیں اور اس ملک میں ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جو انصاف پر مبنی ہو۔ جو اسلام کے صحیح اصولوں عمل کرے۔ صرف اس ایک اقدام سے بہت سی معاشرتی اور معاشی خرابیوں کا ازالہ ہو جائے گا اور ملک صیح سمت چل پڑے گا۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اسی طرح ملک کی جغرافیائی سرحدوں کے استحکام کیلئے ضروری ہے کہ صوبائیت اور فرقہ واریت کا قلع قمع کیا جائے اور وطن عزیز کے ہر شہری کے دل میں ایک قومی سوچ اور قومی جذبہ پیدا کیا جائے۔

یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

یوں ہم ارض پاک کے تحفظ، ترقی اور استحکام میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔۔۔۔

خدا کرے مری ارضِ پاک پر اترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا رہے برسوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو

''گمنام سپاہی''

وہ دوراہے پر کھڑا اور راستہ اس نے خود منتخب کرنا تھا

سدرہ محمود خان

عظیم لوگ ہمیشہ معمولی ہوتے ہیں لیکن وہ کام بہت بڑے کرتے ہیں اور بڑے لوگ کبھی عظیم نہیں ہوتے۔ تمہارے سامنے دو راستے ہیں جو چاہو جس سمت چاہو، انتخاب کرلو۔ نہ میں تمہارے راستے میں آؤں گا اور نہ کوئی اور تمہیں تمہاری منزل کی جانب جانے سے روکے گا۔ فیصلہ تمہارا ہی ہوگا۔ آخری مہر تم نے ہی لگانی ہے۔ میرا کام تو تمہیں راہ دکھانا ہے۔ منزل بتانا ہے۔ سفر تو بہرکیف تمہیں خود ہی کرنا ہے۔ کانٹوں بھرے راستے کا انتخاب جس میں کانٹے تم خود چنو گے اور پھر تمہاری اگلی منزلیں بہت راحت بخش ہوں گی مگر پھولوں کے راستے کو شروع سے اختیار کرلیا تو راستے میں بہت بھٹکو گے۔ پھولوں کی خوشبو منزل سے بہت دور بھی لے جاسکتی ہے۔ منزل کو متزلزل بھی کرسکتی ہے۔ یہ موقع ہر ایک کی زندگی میں آتا ہے۔ کوئی عقلمندی کا مظاہرہ کرتا ہے اور صحیح سمت کا فیصلہ کرلیتا ہے اور کوئی اس بارے میں سوچنے کی تکلیف بھی نہیں کرتا! زندگی تو سب کی گزر جاتی ہے۔ من چاہی زندگی گزارنا تو بہت آسان ہے اور رب چاہی زندگی گزرنا بہت مشکل اور یہ رب چاہی زندگی ہے کیا؟ اب تم بہتر جان سکتے ہو۔ میں زیادہ تفصیل میں تو نہیں جانا چاہتا لیکن تم میرے خوابوں کی تعبیر کی فکر نہ کرو۔ خواب دیکھنا بہت اچھی بات ہے! مگر یہ یاد رکھنا، خواب حقیقت نہیں ہوتے، یہ تمہیں تصوراتی دنیا تو لے جاسکتے ہیں مگر درحقیقت ان کا اثر بہت سے مسائل کو جنم دے سکتا ہے۔

جب میں میٹرک کا طالب علم تھا اور پہلی بار سگریٹ پیتے ہوئے ابا نے مجھے دیکھا تو یہ باتیں کہیں۔ نہ ڈانٹا، نہ مارا، نہ کوئی تمہید نہ کوئی وضاحت۔ وہ ایسے تھے اور وہ ایسے ہی تو تھے۔ سچ کتنی شرمندگی ہوئی تھی۔ اتنی ذلالت تو حساب کے اُستاد سے تقریباً ہر روز مار کھانے پر کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔

اُس روز میں نے زندگی میں پہلی بار سوچا تھا۔ زندگی کا مقصد، زندگی کا حاصل؟؟ بھلا یہ کیا بات ہوئی اور یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ اگر ہوتا ہے تو کیوں ہوتا ہے؟ سگریٹ پینا نہ میرا مشغلہ تھا اور نہ میں کوئی بری سوسائٹی کا شکار لڑکا تھا۔ وہ تو اُس روز ایسے ہی کہ دیکھا جائے کیا ہوتا ہے، کیسا ذائقہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

ابا فوج میں صوبیدار تھے۔ گھر چھٹی پر ہی آتے تھے۔ میں دادا، دادی، اماں اور آپا خالدہ کے ساتھ اپنے آبائی گاؤں میں رہتا تھا۔ ابا کی پورے گاؤں میں بہت عزت تھی۔ اُنہوں نے 1965ء کی جنگ میں حصہ لیا اور 1971ء کی جنگ میں شہادت کا عظیم رتبہ حاصل کیا تھا۔ حکومت پاکستان کی طرف سے انہیں ان کی جنگ میں عمدہ کارکردگی کی بنا پر ستارہ جرأت سے نوازا گیا تھا۔ دادا، دادی کو اپنے ہونہار سپوت پر فخر تھا۔ ہوتا کیوں نا؟ آخر کو اتنا بڑا کام کیا تھا۔ ''دھرتی ماں'' کا قرض چکانا کوئی آسان بات تھوڑی ہوتی ہے۔ وہ تو اُن کو ''سرمایہ حیات'' کہتے تھے۔ خاکی وردی میں کتنے بھلے لگتے تھے۔ جب میں چھوٹا تھا۔ وہ گھر آتے تو میں اُن کی وردی کو اور اس میں پر بٹنوں کو دیکھتا۔ سوچتا یہ ابا کیسا لباس پہنتا ہے، گاؤں میں نے کسی اور کو کبھی ایسا لباس پہنے تو نہ دیکھا تھا۔ ایک دن یوں ہی شوق محبت میں ابا سے کہہ ڈالا۔ ''ابا ایسا بٹنوں والا خاکی لباس میرے لیے بھی لاؤ نا! مجھے بڑا اچھا لگتا ہے۔ میں بھی پہنوں گا تمہاری طرح۔ ابا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ چھوٹا ہونے کے باوجود میں زیادہ دیر ان سے نظریں نہ ملا سکا۔ چند لمحے عجیب وغریب تاثرات دینے کے بعد وہ مجھے پیار سے چومتا رہا، میرے گاؤں، ماتھے، بالوں سینے پھر مجھے کندھے پہ بٹھاتے ہوئے باہر کو چل دیا۔

''پتر یہ لباس تو بہت خاص ہے تو بھی پہن سکتا ہے اور تو ضرور پہنے گا۔ یہ بازار سے تھوڑی ملتا ہے۔ مجھے یقین ہے تو اسے پہنے گا۔ نہ صرف پہنے گا بلکہ اس کا حق بھی ادا کرے گا۔'' وہ سارے راستے ایسی ہی باتیں کرتے آئے جن کی مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی میں تو وہ ٹافیاں کھانے میں مشغول تھا جو ابا نے مجھے خوشی خوشی خرید کردیں تھیں۔

''اے پتر ہٹاں تے نئیں وکدے
کیوں لبدی پھریں بازار کُڑے
اے دین ہے میرے داتا دی
تو ایویں نہ ٹکراں مار کُڑے''

جنگ نقشوں اور منصوبے سے تھوڑی لڑی جاتی ہے یہ تو جذبے، لگن، قربانی اور اللہ کی مدد سے لڑی جاتی ہے جو یہ باتیں پوری کرتا ہے وہ حق ادا کرتا ہے۔ ابا کی



شہادت کے بعد ایک روز جب الماری کی تلاش کے دوران اس کی ایک کاپی نما ڈائری میرے ہاتھ لگی۔ جس کے پہلے صفحے میں تحریر تھا۔

میں ایک گمنام سپاہی ہوں
جس کی قبر کو شاید کتبہ بھی نصیب نہ ہو
جس کے مرنے کے بعد کوئی اسے یاد بھی نہ کرے
جس کی گمشدہ آوازوں پہ کان بھی نہ دھرے
میں ایک گمنام سپاہی ہوں
میں ایک گمنام سپاہی ہوں

آنسو میری آنکھوں کے راستے سے رخساروں پر پھیل چکے تھے۔ شاید یہ آگہی کے آنسو تھے۔ ابا کا مشن کتنا عظیم تھا اور میں؟؟۔

اس رات میں سو نہ ہوسکا۔ میری آنکھوں کے سامنے ڈائری کا وہ صفحہ بار بار آرہا تھا۔ پھر مدھم مدھم سی آوازیں میرے کانوں میں گونجنے لگیں۔ آہستہ آہستہ بلند ہونے لگیں اور پھر جیسے ہر طرف ایک شور کا طوفان اٹھ گیا۔

''میں ایک گمنام سپاہی ہوں۔''

میرا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ سوچ کا دھارا کہیں اور تھا۔ ''مجھے یقین ہے تو اسے پہنے گا۔ نہ صرف پہنے گا بلکہ اس کا حق بھی ادا کرے گا۔'' لیکن میں کیسے پہنوں گا؟ کیا میرے جیسے لوگ اسے لینے کا حق رکھتے ہیں؟ کیا میں اس قابل ہوں؟ ''نہیں...... نہیں''۔ میرے دل نے گواہی دی۔ ''تجھ جیسا مکار، دھوکے باز، دغاباز انسان جسے رشتوں کی تمیز نہیں۔ وہ اس ''پاک مقدس دھرتی'' کا قرض کیسے اتارے گا اور کیونکر اتارے گا۔ نہیں تیرا وجود تیری سوچ سب ملگجی ہے۔

میں تو الماری سے اماں کے رکھے ہوئے پیسے لینے گیا تھا۔ ہاں شاید اسے 'چوری' کرنا کہتے ہیں مگر مجھے اس سے کوئی سروکار نہ تھا۔ میں اکثر ایسا کرتا تھا جب کبھی پیسوں کی ضرورت ہوتی اس پرانی الماری کو ٹٹولتا اور جو کچھ ملتا وہ لے جاتا۔ شہر جاکر دوستوں کے ساتھ سینما جاتا، سنوکر کھیلتا، تاش کی بازیاں لگاتا، آوارہ گردیاں کرتا، دادا کو کھیتوں سے کافی آمدنی ہوجاتی تھی اس لیے کبھی مالی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ میں نے کہا نہ، میں برا لڑکا نہ تھا اور نہ ہی بری سوسائٹی کا شکار، یہ سب تو اس وقت ہوا جب میں 'ایف اے' کے امتحان میں بہت بری طرح فیل ہوگیا جس کی

مجھے امید تھی نہ توقع، جب انسان منزل سے گرتا ہے تو اُسے برائی کا راستہ زیادہ آسان اور سہولت بخش لگتا ہے اور خاص کر اس وقت جب وہ واپسی کی کشتیاں بھی جلا چکا ہو۔ سو میں بھی گاؤں کے چند آوارہ لڑکوں میں اٹھنے بیٹھنے لگا۔

''بیٹا تمہارا مقدر پاکستان کی خدمت کرنا ہے، یہی تمہاری پہچان، فخر، محبت اور عزت ہے۔'' ابا یوں ہی مجھے اکثر دھرتی ماں کی پہچان کے بارے میں سمجھاتا۔ تمہارے سامنے دو راستے ہیں جو چاہو جس سمت چاہو انتخاب کرلو۔ نہ میں تمہارے راستے میں آؤں گا اور نہ کوئی اور تمہیں تمہاری منزل کی جانب جانے سے روکے گا۔ فیصلہ تمہارا ہی ہوگا۔ آخری مہر تم نے ہی لگانی ہے۔ میرا کام تو تمہیں راہ دکھانا ہے۔ منزل بتانا ہے۔ سفر تو بہر کیف تمہیں خود ہی کرنا ہے۔''

''اوہ خدایا میں نے کون سا راستہ چن لیا۔ کس منزل کی جانب گامزن ہوگیا۔ حشر کے روز میں ابا سے آنکھیں کیسے ملاؤں گا؟''۔

فیصلہ اگر وقت پر کرلیا جائے تو پچھتاوے کی گولیاں نہیں کھانی پڑتیں۔ ایک بار منزل سے گرنے کے بعد، کیا منزل کو پانا چھوڑ دینا چاہیے؟ یہی وہ لمحے تھے جب مجھے فیصلہ کرنا تھا، وہ فیصلہ جس کی طرف ابا اکثر اشارہ کرتے تھے اور میں نے ایک بار پھر پوری دلجمعی سے ایف اے کا امتحان دیا۔ تو فوج میں جانے کا مصمم ارادہ کیا بلکہ فوج میں کمشن حاصل کرنا زندگی کا مشن بنا کر اُسے حاصل کیا کیونکہ زندگی کا مقصد تو یہی تھا۔

کس کو معلوم محبت کیا ہے؟
ایک تمنا سی ہے جو دل سے نکلتی نہیں

"Sword of honour" لیتے ہوئے، نمی میری آنکھوں میں تیر رہی تھی اور ابا کی آواز میرے کانوں میں گنج رہی تھی۔ ''پاکستان تمہارا فخر ہے۔''

آج میں فوج میں کرنل ہوں اور اپنے اللہ کے حضور اپنی اس دلی خواہش کے پورا ہونے کا منتظر ہوں جس کی خواہش ہر گمنام سپاہی کے دل میں ہوتی ہے۔ شہادت کا عظیم رتبہ جو ابا نے حاصل کیا اور بہت سے گمنام سپاہیوں نے بھی......!۔

دیکھیے میرے حصے یہ سعادت کب آتی ہے؟

حضرت حفصہؓ

نبیلہ سرور قادری

ام المومنین حضرت حفصہؓ کے والد ماجد امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطابؓ ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت مطعونؓ ہیں جو ایک مشہور صحابیہ ہیں۔ حضرت حفصہؓ کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ سے ہوئی اور انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ کو ہجرت بھی کی تھی لیکن ان کے شوہر جنگ بدر یا جنگ احد میں زخمی ہو کر وفات پا گئے اور یہ بیوہ ہوگئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے 3ھ میں ان سے نکاح فرمایا اور یہ ام المومنین کی حیثیت سے کاشانہ نبوی ﷺ کی سکونت سے مشرف ہوگئیں۔

یہ بہت ہی بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون تھیں۔ حق گوئی، حاضر جوابی اور فہم وفراست میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا۔ اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں اور تلاوت قرآن مجید اور دوسری عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ ان کے مزاج میں کچھ سختی تھی اسی لئے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں ان کی کسی سخت کلامی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دل آزاری نہ ہو چنانچہ آپ بار بار ان سے فرمایا کرتے تھے اے حفصہؓ! تم کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کرلیا کرو، خبردار کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا تقاضا نہ کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ والیہ وسلم کی کبھی ہرگز دل آزاری نہ کرنا ورنہ یاد رکھو کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم سے ناراض ہوگئے تو تم خدا کے غضب میں گرفتار ہوجاؤ گی۔

یہ بہت بڑی عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے پانچ حدیثیں بخاری شریف میں مذکور ہیں۔ باقی احادیث دوسری کتب حدیث میں درج ہیں۔ علم حدیث میں بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے شاگردوں کی فہرست میں نظر آتے ہیں جن میں خود ان کے بھائی عبداللہ بن عمرؓ بہت مشہور ہیں۔ شعبان 45ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی اس وقت حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت کا زمانہ تھا اور مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا۔ اسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک ان کے جنازہ کو بھی اٹھایا پھر حضرت ابو ہریرہؓ قبر تک جنازہ کو کاندھا دیئے چلتے رہے۔ ان کے دو بھائی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عاصم بن عمر اور ان کے دو بھتیجے حضرت سالم بن عبداللہ وحضرت عبداللہ بن عبداللہ وحضرت حمزہ بن عبداللہ نے ان کو قبر میں اتارا اور یہ جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ بوقت وفات ان کی عمر ساٹھ یا تریسٹھ سال تھی۔

نظمیں

نغمہ۔ضرب عضب

عضب کی ضرب ہے ضرب حق سر بسر
اس کے ڈر سے ہیں اب ظلمتیں در بدر
عضب کی ضرب سے ہو گا نور سحر

سرور انبیاءؐ سے یہ منسوب ہے
اس کی ہر اک ادا بالیقیں خوب ہے
اس کا ہر وار ہے خوب سے خوب تر

ملک دشمن عناصر پریشان ہیں
قوم کے ہاتھ ان کے گریبان ہیں
عضب کا وار ثابت ہوا کارگر

دشمنوں میں تو باغی بھی کافر بھی ہیں
میر صادق بھی ہیں میر جعفر بھی ہیں
عضب کے سامنے جھک گئے اِن کے سر

قوم کے عزم و ہمت کی پہچان ہے
بے بسوں کی یہ راحت کا سامان ہے
سرکشوں کے لئے موت اس کی خبر
عضب کی ضرب سے ہو گا نور سحر

اکرم سحر فارانی۔لاہور کینٹ

پاک فوج کے نام

اے فوج کے جوانوں ملت کے پاسبانوں
ہو آبرو وطن کی سرحد کے نگہبانوں
سینوں میں ہے تمہارے اک جذبہِ شہادت
ایمان سرفروشی، بھر پور ہے شجاعت
مولا علی کے شیرو جُرات کی داستانوں
اے فوج کے جوانوں ملت کے پاسبانوں
مشکل کی ہر گھڑی میں جب قوم نے پکارا
بن جاتے ہو مسیحا اور دیتے ہو سہارا
رکھتے ہو لاج ہر دم ہمدرد مہربانوں
اے فوج کے جوانوں ملت کے پاسبانوں
بہنوں کی سب وفائیں اور ماؤں کی دعائیں
جاؤ جدھر جدھر تم یہ ساتھ ساتھ جائیں
دیتے ہو ٹھنڈی چھاؤں سبکو اے سائبانوں
اے فوج کے جوانوں ملت کے پاسبانوں
دیکھے نہ آنکھ میلی کوئی میرے وطن کو
چھو پائیں نہ خزائیں اس دل نشیں چمن کو
کہہ دو یہ اس زمیں کو سُن لو اے آسمانوں
اے فوج کے جوانوں ملت کے پاسبانوں

چوہدری عبدالخالق۔لاہور

پاک فوج زندہ باد

قوم پہ ہے احسان بہت افواج پاکستان کا
دیا ہے نذرانہ جس نے ہر مشکل میں جان کا
پاک فوج زندہ باد پاک فوج زندہ باد
بم دھماکے کرنے والے دشمن ہیں اسلام کے
مسجد اور محراب و ممبر کے دشمن ہر امام کے
نعرہ ہے یہ پوری دنیا کے ہر مسلمان کا
پاک فوج زندہ باد پاک فوج زندہ باد
اہل باطل مل کر سارے ان کو اسلحہ دیتے ہیں
ایک دھماکہ کرنے کے یہ لاکھوں ڈالر لیتے ہیں
بیچ رہے ہیں خون یہ ملکر ہر اک مسلمان کا
پاک فوج زندہ باد پاک فوج زندہ باد
اچھے طالبان تو مہکے مہکے دین کے گلشن ہیں
پاک، افغان کے دوست بھارت، امریکہ کے دشمن ہیں
بجتا ہے دنیا میں ڈنکا ان کے ہی ایمان کا
پاک فوج زندہ باد پاک فوج زندہ باد
محسنِ پاکستان نے جب سے ایٹم بم بنایا ہے
اسرائیل اور بھارت نے دنیا میں شور مچایا ہے
خوف ہے تاری ان کے دل میں تب سے پاکستان کا
پاک فوج زندہ باد پاک فوج زندہ باد
اس کی قوت سے ہی باطل کے ایوان لرزتے ہیں
تل ابیب اور دہلی کے سینے میں شعلے جلتے ہیں
سایہ میری فوج پہ عابد رہتا ہے رحمٰن کا
پاک فوج زندہ باد پاک فوج زندہ باد

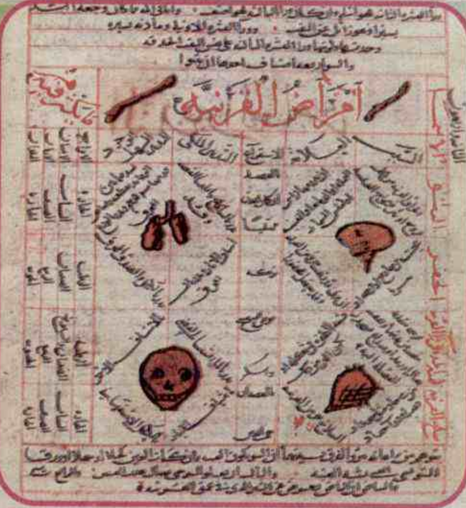
جاوید احمد عابد شفیعی۔ لاہور

اشعار۔یوم دفاع

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تونے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
☆☆☆
اے وطن تونے پکارا تو لہو کھول اٹھا
تیرے بیٹے تیرے جانباز چلے آتے ہیں
☆☆☆
شہیدوں کے لہو سے جو زمین سیراب ہوتی ہے
بڑی زرخیز ہوتی ہے بڑی شاداب ہوتی ہے
☆☆☆
خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے
☆☆☆
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
لہو ہے جو شہید کا وہ قوم کی زکوٰۃ ہے
☆☆☆
جب تک نہ جلیں دیپ شہیدوں کے لہو سے
سنا ہے کہ جنت میں چراغاں نہیں ہوتا
☆☆☆
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

مرسلہ: خدیجہ مدثر۔سیالکوٹ

قوم پہ ہے احسان بہت افواج پاکستان کا دیا ہے نذرانہ جس نے ہر مشکل میں جان کا


مختلف امراض کے بارے میں ابن سینا کی تشخیص و تحقیق


مسلم سائنس دان


ابن سینا کی لکھی ہوئی کتاب کا عکس

عظیم طبیب اور قانون دان

ابنِ سینا

ڈاکٹر محمد ارشد۔ میڈیکل ڈائریکٹر انگلینڈ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ بھوک رکھ کر کھاؤ۔

پھول جیسے بچو۔ ہمارے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی طب کے استاد، عالم اور اللہ کے عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابن سینا عظیم مسلمان طبیب اور قانون دان ہیں۔ ہمیں فخر کرنا چاہئے کہ مسلمانوں کی تاریخ عظیم سائنسدانوں سے بھری ہوئی ہے۔ ابن سینا کا اصل نام ابو علی الحسین ابنِ عبداللہ ابنِ سینا ہے وہ 980ء میں بخارہ (ترکمانستان) میں بادشاہ نوح بن منصور کے دور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گورنر تھے اور ٹیکس اکٹھے کرتے تھے۔ ان کے والد عبداللہ بلخ (افغانستان) اور والدہ ستارہ بخارہ سے تھیں۔ وہ انتہائی ذہین تھے اور قرآن پاک زبانی سات سال کی عمر میں سیکھا۔ انہوں نے 1037ء میں ہمدان، ایران میں وفات پائی۔ 18 سال کی عمر میں ماہر طبیب کے طور پر مہمند کے شہزادے (نور ابن منصور) کو بیماری سے شفا دلائی۔ جب سارے ماہر اور تجربہ کار طبیب ناکام ہو گئے تھے۔ شہزادے نے ان کو شاہی لائبریری پڑھنے کے لئے دی اور 450 مضامین اور کتابیں چھاپیں۔

ابن سینا ریاضی دان، فلاسفر، نفسیات دان، حساب دان، موسیقار، دوا شناس، شاعر، کیمیا دان، انجینئر، عالم طبیعات، ارضیات، جیومیٹری اور سب سے بڑھ کر بابائے طب کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ وہ بابائے ادویات اور بابائے ارضیات بھی مانے جاتے ہیں۔ انکی بہت سی ایجادات اور نظریات ہیں مثلاً۔

1۔ روشنی خاص رفتار سے چلتی ہے۔
2۔ سیارہ (وینس) سورج کی نسبت زمین کے قریب ہے۔
3۔ پہاڑوں کا بننا۔
4۔ عکلم علم کا نظریہ۔
5۔ ستاروں کے مشاہدہ کا آلہ
6۔ بیکٹیریا اور وائرس
7۔ کینسر کا علاج
8۔ دل کی حرکت
9۔ پاگل پن کی وجہ دماغ میں ہے۔
10۔ ہیپاٹائٹس کا علاج
11۔ نبض سے بیماری کی تشخیص
12۔ بے ہوش کرنے کے طریقے۔ وغیرہ وغیرہ

بابائے طب ابن سینا نے دو کتابیں لکھی تھیں۔

1۔ کتاب شفاء: یہ چار حصوں پر ہے نفسیات، حساب، منطق اور ارضیات

2۔ قانونِ طب: اس میں دس لاکھ سے زائد الفاظ ہیں اور ہزاروں دوائیوں اور پودوں کا ذکر کیا ہے۔

انہوں نے 1000 سال پہلے کینسر، ٹیومر (Tumour)، ٹی بی، دماغ کی سوزش (Menigita)، السر (Ulcer)، چہرے کے فالج (Facial Pocalhis) اور آنکھ کی تفصیل لکھی۔

بابائے طب نے بیکٹیریا اور اس کے پھیلاؤ کے طریقے (پانی۔ مٹی) بیان کئے، جس کو آج کل پبلک ہیلتھ کہتے ہیں۔ انہوں نے قرنطینہ (Qurantin) یعنی بیمار لوگوں کو علیحدہ رکھنے کا نظریہ دیا۔ ان کی کتاب قانونِ طب کو یورپ کی یونیورسٹیوں میں 12-17ویں صدی تک پڑھائی جاتی تھی اور اب بھی اہم کتاب ہے۔

ابن سینا کی زبان فارسی تھی لیکن انہوں نے 450 کتابیں عربی زبان میں لکھی تھیں کیونکہ عربی مشرق وسطیٰ کی تعلیمی زبان تھی۔ ان کا البیرونی (973-1048) سے خط و کتابت تھی۔ البیرونی نے کہا کہ زمین کا نصف قطر 6339.6 کلومیٹر ہے۔

پیارے بچو! آپ کو فخر کرنا چاہئے کہ مسلمانوں کی سائنس کے ہر شعبے میں دنیا میں عظیم خدمات ہیں اور خوش قسمتی سے غیر مسلمانوں نے ان کو بہت عزت دی۔ لیکن مسلمانوں نے ایک یونیورسٹی بھی ان کے نام پر نہیں بنائی۔ ہر پاکستانی بچہ ایک سائنسدان ہے اور دنیا کی خدمت کے لئے تیار ہے۔ ہم سب کو اس قول پر یقین کرنا چاہیے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ"
"میں عقل کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ"

میری والدہ حاجرہ کہتی تھیں۔

"مسلمان تعلیم، علم اور دریافت کے بغیر مکمل نہیں"۔ پھول جیسے بچو پاکستان اور دنیا کو اپنے علم اور ایجادات سے امن، سکون، دوستی اور انسانیت کا گھر بنانا تا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، فرشتے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہو جائیں۔

دشمن اسے نا اُمید کرنا چاہتا تھا لیکن

''اُمید''



انتخاب:۔ دیا امل

میں نے آدھی صدی تک لوگوں کے پیار وخلوص اور محبت کو دیکھا تھا۔ میرے قلم سے نکلنے والے گیت پیار و محبت سے لبریز تھے۔ میں امن اور پیار کا شاعر تھا۔ میں پرندوں کے سنگ گاتا اور ہواؤں کے ساتھ اڑتا تھا۔ میرے خیال کا محور صرف اور صرف محبت تھی۔

پھر یوں ہوا کہ وقت گزرتا چلا گیا۔ گزرتے وقت نے پیار و محبت اور خلوص میں تھوڑی کمی کر دی تھی لیکن پھر بھی میرا قلم پیار و محبت کے بارے میں ہی لکھتا تھا۔ میں خوش، مطمئن اور مگن تھا۔ خوشیوں کے ہنڈولے میں جھولتا تھا۔ پہلی دفعہ ایک دن میرا جھولا اچانک زور سے ہلا۔ اس دن ہاں اس دن میرے وطن میں پہلا دھماکہ ہوا تھا۔ پھر دھماکے کثرت سے اور متواتر ہونے لگے تو ان میں جل کر مرجانے والے انسانوں کی راکھ سے میں نے سیاہی بنائی اور ''درد'' پر لکھا۔ دھواں ہاں کالے رنگ کا بہت سا دھواں میرے اندر سرایت کرتا گیا۔ پیار و محبت کے لطیف جذبات پنہاں ہوگئے اور ''درد'' میری رگ رگ میں ابھرنا شروع ہوگیا اور پھر میری سوچ کا رخ بدلا گیا۔ اب میرا قلم کراچی میں ٹارگٹ کلنگ کو لکھتا ہے۔ وزیرستان میں ہونے والے ڈرون حملے میرا موضوع ہیں۔ میرے قلم میں بھری جانے والی سیاہی پیچھے رہ جانے والوں کے سیاہ مقدر کو لکھتی ہے۔ اب اگر میں ہوا میں اڑنے لگوں تو دھواں میری آنکھوں میں بھر جاتا ہے۔ میری آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں۔ گر پرندوں کے سنگ گانے لگوں تو جانے کیسے میں خود نہیں جانتا کیسے میرے حلق سے نکلنے والی آوازیں ماتمی گانوں میں ڈھل جاتی ہیں۔ میں خود ہی گھبرا کر خاموش ہو جاتا ہوں۔ اب کہ میں سوات گیا تو ساری خوبصورتی چیخ چیخ کر پکار رہی تھی کہ ہم پر لکھو۔ دیکھو ہم کتنے خوبصورت ہیں۔ آبشار کا گرتا پانی شور مچا کر دہائیاں دے رہا تھا۔ درخت خوبصورتی کے نشے میں جھوم رہے تھے۔ میں اس منظر کے فسوں میں کھو سا گیا اور عین قریب کہ میرا قلم اس خوبصورتی کو لفظوں میں ڈھالتا میں نے ایک زور دار دھماکے کی آواز سنی۔ میں نے بند ہوتی آنکھوں سے دیکھا چشمے کا پانی سیاہ ہو چکا تھا۔ پھول بکھر گئے تھے اور درخت جڑوں سے اکھڑ گئے تھے اور میرا قلم میرا پیارا قلم دور کہیں جا گرا تھا۔ میں اس قلم کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اس قلم سے میں نے پیار و محبت پر بھی لکھا تھا اور لوگوں کے دکھ درد پر بھی۔ میں یہی سوچتے ہوئے اپنے اردگرد کی دنیا سے بے خبر ہو گیا اور جب میری دوبارہ آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ قلم کو پکڑنے والی انگلیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ وہ اس دھماکے کی نذر ہو چکی تھیں لیکن پھر بھی میں نے لکھنا چاہا میں نے دوسرے ہاتھ کا استعمال کرنا چاہا اور میں کامیاب بھی ہوگیا۔ میں نے اس دھماکے کے متعلق لکھا۔ میں نے اس آبشار کو سیاہ رنگ میں ڈھلنے کا منظر لکھا۔ میں نے پھولوں کے بکھرنے کا منظر لکھا۔ میں نے اس سارے المیے کو لکھا اور پھر...... پھر میرے دوسرے ہاتھ کی انگلیاں بھی کاٹ دی گئیں۔ مجھے پتہ چلا کہ پہلے میری انگلیاں ٹوٹی نہیں تھیں بلکہ توڑ دی گئیں تھیں اور توڑنے والے اپنی غیرت ڈالروں کے عوض بیچ چکے تھے۔ میرے لکھنے کا مقصد اپنی ٹوٹی ہوئی انگلیوں کا قصہ سنانا نہیں، آپ سے داد لینا بھی نہیں اور نہ ہی حکومت سے کوئی تمغہ لینا ہے۔ میرا مقصد تو دشمن کو اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ کیا ہوا اگر تم میری انگلیاں توڑ چکے ہو؟ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میرے جذبے ابھی بھی جوان اور سلامت ہیں اور سب سے بڑی بات تم میری امید توڑنا چاہتے تھے نا دیکھو۔ آؤ دیکھو میرے وطن کا ایک نونہال میرا بازو بن چکا ہے اور ساری امیدوں کا امانت دار بھی۔ میری امید آج بھی زندہ ہے اور میرے مرنے کے بعد بھی زندہ رہے گی۔ (انشاءاللہ)



گڑیا رانی نے فتح گڑھ سے کپڑے پر سوئی دھاگے سے بنا کر بھیجا



میجر راجہ عزیز بھٹی نے جرأت کا مظاہرہ کر کے دشمن کو بی آر بی کو عبور نہ کرنے دیا

بی آر بی نہر اور میجر عزیز بھٹی شہید

رانا محمد شاہد

آج سے 49 سال پہلے ہماری افواج نے اسلام کی عسکری روح کو زندہ کر کے باطل کے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کردیا تھا۔ حق و باطل کا ایک معرکہ آج سے 49 سال پہلے لڑا گیا تھا اور اسی طرح آج بھی ہمیں ایک معرکے کا سامنا ہے لیکن ماضی اور حال کے ان معرکوں میں فرق یہ ہے کہ وہ معرکہ دشمن کے خلاف تھا اور اس نے ہمارے ملک کی بیرونی سرحدوں کو غیر محفوظ بنایا تھا۔
لیکن آج اس نے ہمارے اندر ہی میر جعفر، میر صادق پیدا کردیئے ہیں۔ یہ غدار اپنے مفادات کی خاطر اس ملک کو غیر مستحکم کئے جارہے ہیں اور دشمن اپنے زہریلے پروپیگنڈے کے ذریعے مسلمان کو مسلمان سے لڑانے میں کامیاب ہورہا ہے۔
جنگ ستمبر کے حوالے سے ہم بی آر بی نہر اور پاک فوج کی عظمت کو ہمیشہ سلام کرتے رہیں گے کہ وہ دشمن جس نے یہ پلاننگ کی تھی کہ وہ دوپہر کا کھانا لاہور جم خانہ میں

بھارت کے ناپاک عزائم بی آر بی نہر کے رواں پانی میں ڈوب گئے

پاکستانی افواج کی بہادری نے دشمن کو نامراد لوٹا دیا

کھائیں گے ان کی ساری پلاننگ بی آر بی نہر میں ڈوب گئی۔
6 ستمبر 1965 کی رات کے آخری پہر تاریکی سے فائدہ اٹھا کر بھارتی افواج نے پاکستان پر حملہ کردیا۔ پاکستانی افواج کے شیر دل جوان دشمن کے متوقع حملے کے پیش نظر اس نہر پر پہنچے۔ بھارتی کمانڈروں نے دوپہر تک لاہور کو فتح کرنے جو خواب دیکھا تھا وہ سب کچھ بی آر بی نہر کے رواں دواں پانی میں ڈوب گیا۔
بی آر بی نہر نے جنگ ستمبر میں وہ کردار ادا کیا جس کی مثال نہیں ملتی جنگوں کی تاریخ میں اس نہر نے وہ کارنامہ انجام دیا جو کسی دوسری نہر یا دریا نے نہیں دیا۔ دنیا میں بہت زیادہ لڑائیاں لڑی گئیں اور ابھی تک کوئی ایسا موقع نہیں آیا کہ جب کوئی حملہ آور فوج نہر یا دریا کو پار نہ کرسکی ہو۔
پانی سے گزرنا ان کی فتح کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ اس کی کئی مثالیں ہماری تاریخ میں ملتی ہیں مثلاً 324 قبل از مسیح جب سکندر اعظم یونان سے یلغار کرتا ہوا دریائے جہلم کے کنارے پہنچا تو دریائے جہلم کے دوسرے کنارے پر سکندر پور کے مقام پر راجہ پورس لاتعداد سپاہیوں کی فوج لئے مقابلے کے لئے کھڑا تھا۔ ان سپاہیوں کی مدد کے لئے بھاری بھرکم ہاتھیوں کا بھی کوئی شمار نہ تھا۔ حالانکہ سکندر کے پاس صرف گھوڑے تھے اس کے باوجود سکندر نے دریائے جہلم عبور کیا اور راجہ پورس کو شکست فاش دی۔ پھر 218 قبل از مسیح میں تیونس کے شہزادہ ہینی بال نے دریائے رون کو اس وقت عبور کیا جبکہ رومن امپائر کا لشکر دریا کے دوسرے کنارے پر مورچے سنبھالے ہوئے تھا۔ ہینی بال نے طوفانی دریا کو عبور کیا اور رومیوں کو شکست فاش دی۔
جنگ ستمبر کے حوالے سے بی آر بی کے کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ میجر راجہ عزیز بھٹی شہید نے 12 ستمبر 1965ء کو اسی بی آر بی نہر کے کنارے جام شہادت نوش کیا جب دشمن نے حملہ کیا تو میجر عزیز بھٹی لاہور سیکٹر میں متعین تھے۔ ان کی کمپنی کے دو پلاٹون بی آر بی نہر کے کنارے تھیں میجر عزیز بھٹی نے اگلے کنارے پر متعین پلاٹون کے ساتھ مزید پیش قدمی کا فیصلہ کیا۔ اس وقت تک دشمن بھرپور حملے کررہا تھا اسے توپ اور ٹینکوں کی مدد حاصل تھیں۔ مگر میجر عزیز بھٹی نے بھی اپنے مکمل عزم اور ارادے کے ساتھ جنگ جاری رکھی۔
9 اور 10 ستمبر کی درمیانی شب جب دشمن نے اس سیکٹر میں بھرپور حملے کے لئے پوری بٹالین جھونک دی تو میجر عزیز بھٹی کو اس گھمبیر صورتحال میں نہر کے کنارے پر لوٹ آنے کا حملہ ملا۔ مگر جب وہ لڑتے ہوئے نہر کے کنارے پہنچے تو دشمن اس پر قابض ہوچکا تھا۔ انہوں نے نہایت جرأت مندانہ فیصلے کرتے ہوئے ان نازک حالات میں بھی حملے کی قیادت کی اور اس وقت تک دشمن کی زد میں رہے جب تک ان کے تمام جوان نہر کے پار نہ پہنچ گئے دشمن بوکھلاہٹ کا شکار ہوکر مسلسل گولے برسا رہا تھا۔ ان کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ آپ پیچھے ہوجائیں آپ دشمن کی زد میں ہیں تو انہوں نے جواب دیا۔ اس کے بغیر بھرپور حملہ ممکن نہیں ہے چنانچہ 12 ستمبر کی صبح جب وہ اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانے دشمن پر حملہ کرنے کا کہہ رہے تھے تو ایک گولہ ان کے شانے پر آکر لگا اور وہ شہید ہوگئے۔ وہ اس وقت بی آر بی نہر کا کامیابی سے دفاع کررہے تھے۔
دلچسپ امر یہ ہے کہ دشمن فوج کے ایک آفیسر نے جالندھر میں اس نہر کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی کے عین مطابق بالکل ایک ایسی ہی نہر 1952ء میں بنوائی تھی اور اس وقت سے ہندوستانی فوج اپنے طور پر اس نہر کو عبور کرنے کی مشقیں کرتی رہی تھی اس آفیسر نے اپنی کتاب ''ان کہی کہانی'' میں ان مشقوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے لیکن 13 سال کی تیاریوں مشقوں لاتعداد فوج، ہتھیاروں کی برتری اور بالکل اچانک حملہ کرنے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھی وہ اپنے عزائم نہ پاسکا اور اس نہر کو عبور نہ کرسکا۔
اس سترہ روزہ جنگ میں دشمن کی توپوں نے لاتعداد گولے پھینکے جہازوں سے راکٹ اور بم گرائے کہ کسی طرح بی آر بی نہر کو نقصان پہنچے اور اس میں بہتے پانی کا نظام بگڑ جائے لیکن دشمن اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکا۔





ستمبر کے اہم واقعات

چودھری اسد اللہ خان

کیم ستمبر 1885ء: برطانوی دورِ حکومت میں برصغیر ہند میں "سندھ مدرسۃ الاسلام" قائم ہوا۔

2 ستمبر 1666ء: لندن میں خوفناک آگ لگنے سے 13200 گھر اور 87 گرجا گھر تباہ ہوگئے۔

3 ستمبر 1971ء: اسلامی ریاست قطر کو "آزادی" کی نعمت نصیب ہوئی۔

4 ستمبر: پاکستان سمیت دنیا بھر میں "عالمی یوم حجاب" کے طور پر منایا جاتا ہے۔

5 ستمبر 1995ء: سابق وزیرِاعلیٰ پنجاب منظور احمد وٹو اپنے منصب سے سبکدوش ہوئے۔



6 ستمبر 1965ء: رات کی تاریکی میں مکار بھارت نے پاکستان پر حملہ کردیا اور ہزیمت اٹھائی۔

6 ستمبر 2008ء: محمد آصف زرداری پاکستان کے صدر منتخب ہوگئے۔

7 ستمبر 1974ء: پاکستانی قومی اسمبلی کا قادیانیوں کو "غیر مسلم" قرار دینا۔ بھٹو دورِ حکومت کا ایک دلیرانہ تاریخی فیصلہ۔

8 ستمبر 1951ء: سابق وزیرِاعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی دوسری شادی بیگم نصرت بھٹو سے کراچی میں ہوئی۔

8 ستمبر: عالمی یوم خواندگی۔

9 ستمبر 1920ء: سرزمین بھارت میں "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی" کا قیام عمل میں آیا۔

10 ستمبر 1910ء: لندن میں مسلم ہندوستانی گاما (غلام محمد) پہلوان نے یورپین چیمپئن زبسکو پہلوان کو ہرا کر "رستم زماں" کا ٹائٹل جیت لیا۔

11 ستمبر 1948ء: بانی پاکستان، بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح وفات پاگئے۔

11 ستمبر 2001ء: مبینہ طور پر اسرائیل نے اپنی صیہونی تنظیم (ZINJRY) کے ذریعہ امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون کو طیاروں سے تباہ کر کے مسلم ممالک کو "دہشت گرد" قرار دینے کا جواز پیدا کرلیا۔

12 ستمبر 1980ء: ترکی میں تاریخی انقلاب برپا ہوا۔

13 ستمبر 1979ء: VENDA کا یوم آزادی۔

14 ستمبر 1812ء: فرانسیسی جنرل نپولین نے ماسکو (روس) پر قبضہ کرلیا۔

15 ستمبر: دنیا بھر میں "یوم جمہوریت" کے طور پر منایا جاتا ہے۔

16 ستمبر 1964ء: "نوائے وقت" اخبار نے اس خبر کو شہ سرخی بنایا کہ "خاتون پاکستان محترمہ فاطمہ جناحؒ نے صدارتی الیکشن کے لیے اپوزیشن پارٹیوں کا متحدہ امیدوار بننا قبول کرلیا۔"

17 ستمبر 1950ء: موجودہ بھارتی وزیرِاعظم نریندر مودی کا یوم پیدائش۔

18 ستمبر 2011ء: پاکستانی کرکٹر یاسر عرفات کی شادی تاریخی کرکٹ گراؤنڈ اوول میں انجام پائی۔

19 ستمبر 1783ء: ایک غبارے میں پہلے فضائی مسافر ایک بھیڑ، ایک مرغا اور ایک بطخ تھے۔

20 ستمبر 1996ء: سابق وزیرِاعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کا صاحبزادہ میر مرتضیٰ بھٹو اپنی بہن بے نظیر بھٹو وزیرِاعظم پاکستان کے دورِ حکومت میں کراچی میں پولیس مقابلہ میں مارا گیا۔ وفاق اور سندھ میں پیپلز پارٹی کی متعدد بار حکومت آئی مگر قاتل ابھی تک گرفتار نہیں ہوسکا۔

21 ستمبر 2004ء: دوبئی میں دنیا کی بلند ترین عمارت "برج خلیفہ" کی تعمیر شروع ہوئی۔

22 ستمبر 2013ء: پشاور (پاکستان) کے چرچ پر دہشت گردوں کے خودکش حملہ میں عبادت میں مصروف 81 عیسائی جاں بحق ہوگئے۔

23 ستمبر 2010ء: نیویارک امریکی عدالت نے پاکستانی خاتون عافیہ صدیقی کو تعصب کی بنا پر 86 سال قید کا غیر انسانی حکم سنایا۔

24 ستمبر 1974ء: ریاست ہنزہ کو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ضم کردیا گیا۔

25 ستمبر 1981ء: پاکستان کے نامور سیاستدان چودھری ظہور الٰہی کو قتل کردیا گیا۔

27 ستمبر 1948ء: بھارتی افواج نے سیالکوٹ (پاکستان) پر بموں سے حملہ کر کے ننگی جارحیت کا ارتکاب کیا۔

28 ستمبر 1970ء: مصر کے سابق صدر جمال عبدالناصر کا یوم وفات۔

29 ستمبر 1829ء: انگلستان کی پولیس تنظیم اسکاٹ لینڈ یارڈ کا قیام عمل میں آیا۔

30 ستمبر 1947ء: پاکستان اقوام متحدہ کے ارکان میں شامل ہوگیا۔

گلدستہ

فرح اکرم

قارئین کی منتخب تحریروں سے سجا رنگا رنگ سلسلہ

دلچسپ، معلومات اور رنگا رنگ تحریروں کا گلدستہ

بدنصیب

ایک دن بیماری نے دولت سے کہا تم کتنی خوش نصیب ہو ہر کوئی تمہیں پانے کی کوشش کرتا ہے جبکہ میں کتنی بدنصیب ہوں ہر شخص مجھ سے دور بھاگتا ہے۔ دولت بولی خوش نصیب تو تم ہو جسے پا کر لوگ اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور بدنصیب تو میں ہوں جسے پا کر اکثر لوگ خدا کو بھول جاتے ہیں۔

(رقیہ حافظ۔ جامعہ محمدی شریف)

کاش دنیا "Computer" ہوتی!

کاش دنیا "Computer" ہوتی۔
جس میں Do کو Undo کرتا۔
سکھ کے لمحے Save ہو جاتے۔
دکھ کے لمحے Delete کرتا۔
ماضی کی من چاہی Window جب چاہتا Open کرتا۔
مستقل کے تانے بانے
اپنی چاہ سے خود ہی بنتے
خواہشوں کی ہوتی File
جس میں Cut اور Copy کرتا۔
جب بھی ہوتا Virus پیدا
دنیا کو بھی Format کرتا۔
خوشیوں کے رنگوں سے میں
پھیکے لمحے رنگین کرتا۔

(سجاد علی۔ شاہ کوٹ)

جب

☆ جب مسلمان دُعا مانگنا کم کریں گے تو مصائب نازل ہوں گے۔
☆ جب صدقات دینا بند کریں گے تو بیماریاں بڑھیں گی۔
☆ جب زکوٰۃ دینا بند کریں گے تو مویشی ہلاک ہوں گے۔
☆ جب بادشاہ ظلم کریں گے تو بارشیں روک لی جائیں گی۔
☆ جب ریاکاری بڑھ جائے گی تو زلزلے بکثرت آئیں گے۔
☆ جب حکم خدا کے خلاف فیصلے کریں گے تو ان پر ان کے دشمن غالب ہو جائیں گے۔
☆ جب عہد شکنی کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں قتل کے ذریعے آزمائے گا۔
☆ جب ناپ تول کم کریں گے تو ان پر قحط مسلط کیا جائے گا۔

(عظیم ڈوگر۔ ملتان)

اقوال زریں

1۔ اس کی ہمت پر قربان جو نیک کلام اخلاص سے کرتا ہے۔
2۔ حریص آدمی ساری دنیا لے کر بھی بھوکا ہے اور قانع ایک روٹی سے بھی پیٹ بھر سکتا ہے۔
3۔ جو شخص نصیحت نہیں سنتا وہ ملامت سننے کا شوقین ہوتا ہے۔
4۔ برے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک ایسا ہے جیسے نیکوں کے ساتھ بدی کرنا۔
5۔ کمزوروں پر رحم نہ کرنے والا طاقتور سے مار کھاتا ہے۔
6۔ دشمن سے ہمیشہ بچو اور دوست سے اس وقت جب وہ تمہاری تعریف کرے۔
7۔ بخیل آدمی کی دولت اس وقت زمین سے نکلتی ہے جب وہ زمین کے نیچے چلا جاتا ہے۔

(سارہ اقراء۔ میاں چنوں)

ہیرے جواہرات سے زیادہ قیمتی باتیں

☆ دنیا دریا ہے، ایمان کشتی، عبادت ملاح ہے اور آخرت کنارہ ہے۔
☆ طنز عینک کی مانند ہے جس کے ذریعے اپنے چہرے کے سوا ہر چیز نظر آتی ہے۔
☆ الفاظ کے پیچھے مت بھاگو بلکہ خیالات تلاش کرو۔
☆ دنیا کے ساتھ اتنا نرم نہ ہو کہ وہ تجھے نچوڑ کر رکھ دے اور نہ ہی اتنا خشک بن کہ تجھے توڑ کر رکھ دے۔
☆ عقل مند آدمی کے دماغ میں بھی ایک ایسا گوشہ ہوتا ہے جس میں بے وقوفی رہتی ہے۔
☆ خوبصورتی کی تلاش میں چاہے تو پوری دنیا کا چکر لگا لے اگر وہ تیرے اندر نہیں تو تجھے کہیں نہیں ملے گی۔
☆ حقیقی غلطی وہ ہے، جس سے ہم کچھ نہیں سیکھتے۔
☆ کامیابی کا راستہ کبھی بند نہیں ہوتا۔

(اطہر احمد شیخ۔ لاہور)

اصلاح کی ضرورت!

مکرمی! تقریباً روزمرہ کا مشاہدہ ہے جو ہم اپنے گھروں یا اردگرد میں کرتے ہیں کہ لوگ خصوصاً مائیں اپنے بچوں کو ''میرا بچہ بڑا شیطان ہے'' جیسے الفاظ کہتی نظر آتی ہیں جبکہ شیطان کا مطلب ہے ''اللہ کی رحمت سے دور'' بچوں کو پیار یا مذاق سے شیطان کہنا غلط بات ہے۔ بچے فطرتاً معصوم ہوتے ہیں اس لیے انہیں فرشتوں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس لیے وہ حضرات جو اوروں کو بات بہ بات لعنت ملامت اور شیطان یا اس جیسے الفاظ سے پکارنے کے عادی ہیں کو چاہیے کہ اپنی اصلاح کریں۔ بات گو ذرا سی ہے لیکن اس کے عمل میں ہی عافیت ہے۔

(مہوش طالب۔ لاہور)

بوجھو تو جانیں

1۔ آنکھ میں جب پڑ جائے تو
بے چارا روتا جائے لالو
لالو کی آنکھوں کا تارا ہے تو
کالا ہے پر پیارا ہے تو
2۔ نہ کھاؤ تو اچھا ہے
کھاؤ تو کوئی بات نہیں
توڑ دو اس کو بہت برا
بوجھو وہ کیا شے ہے
3۔ کوئی بھول کے چلا جاتا ہے
کوئی اس کی یاد دلاتا ہے
کوئی رکھ کے چلا جاتا ہے
جوابات: 1۔ کاجل 2۔ قسم 3۔ روپیہ

(محمد فضیل خالد۔ حافظ آباد)

زندگی کے راز

☆ زندگی ایک پھول ہے مگر ایسا جو کبھی خوشبودار اور کبھی بے خوشبو

☆ زندگی ایک لازوال نعمت ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں

☆ زندگی ایک بہترین کتاب ہے اور زمانہ بہترین استاد

☆ زندگی ایک شرط ہے جو انسان کبھی نہیں جیتتا بھی ہار جاتا ہے

☆ زندگی موت کی امانت ہے اسے اچھی طرح گزارو زندگی وہ امتحان ہے جو ہر جاندار کو دینا ہے۔ اصل زندگی وہ ہے جو حکم خداوندی اور اطاعت رسول ﷺ کے مطابق گزاری جائے۔

(رقیہ حافظ۔ جامعہ محمدی شریف)

کام کی باتیں

☆ خیالات سے ارادے پیدا ہوتے ہیں اور ارادے سے عمل، عمل کی پختگی سے عادت، عادت سے کردار اور کردار پر ہی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہوتا ہے۔

☆ عقل مند وہ ہے جو اپنی زبان کو دوسروں کی مذمت سے بچائے۔

☆ بزدل کے پاس خواہ کتنا ہی بڑا ہتھیار ہو وقت آنے پر وہ استعمال نہیں کر سکتا مگر بہادر بے دست و پا بھی میدان کو فتح کر سکتا ہے۔

☆ جو قوم اپنی مرضی سے مطیع ہو جاتی ہے وہ اپنی سیرت کی جڑوں کو خود ہی کمزور کر لیتی ہے۔

☆ لگن اور اعتماد انسان کو کامیابی سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔

☆ بہادر وقتی طور پر ہار سکتے ہیں لیکن شکست نہیں کھا سکتے، بکھر سکتے ہیں مگر مٹ نہیں سکتے۔

☆ اگر سچائی کو اس کی اصل ضرورت کے وقت پیش نہ کیا جائے تو اس کے وجود کا اعتراف بے کار ہے اور چراغ جلانے کا وقت غروب آفتاب کے بعد ہوتا ہے نہ کہ پچھلے پہر۔

☆ درخت سب ہی بوتے ہیں لیکن ہر شخص کے نصیب میں یہ نہیں ہوتا کہ پھل کھائے پس نہایت مبارک ہے وہ ہاتھ جو غم پاشی کے بعد ہی اپنے دامن میں اس پھل کو دیکھے۔

(طاہر فاطمہ۔ میاں چنوں)

سنہری باتیں

☆ تہمت لگانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (نبی کریم ﷺ)

☆ نیزے کا زخم بھر جاتا ہے زبان کا زخم نہیں بھرتا۔ (حضرت علیؓ)

☆ اپنے ظاہر و باطن کو یکساں رکھو۔ (حضرت ابوبکرؓ)

☆ اگر تو گناہ کرنے پر آمادہ ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ ہو۔ (حضرت علیؓ)

☆ علم بغیر عمل کے بے کار ہے۔ (حضرت ابوبکرؓ)

☆ عالم وہی ہے جس کا اپنے علم پر عمل ہو۔ (حضرت علیؓ)

☆ بدترین انسان ہے جو اپنے گھر والوں کو تنگ کرے اگر تمہارا کھانا حسب خواہش نہ ہو تو اسے برا نہ کہو۔

(آمنہ حافظ۔ محمدی شریف)

حقیقی جیت

اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگوں پر آپ کی شخصیت کا اچھا اثر پڑے اور لوگ آپ سے پیار کریں تو ہمیشہ سختی کا جواب نرمی سے، نفرت کا جواب محبت سے اور برائی کا جواب بھلائی سے دیں۔ اس طرح در اصل نہ صرف آپ اپنے جذبات پر قابو پا رہے ہوتے ہیں بلکہ مقابل کے دل کو جیت رہے ہوتے ہیں اور یہی انسان کی اصل جیت ہے۔

(عزیز نورا "بادل"۔ گڈانی)

"جواہرات سے قیمتی"

☆ جو اچھے کو اچھا نہ مانے، وہ برے کو برا نہیں سمجھتا۔

☆ سست آدمی کو کبھی فرصت نہیں ملتی۔

☆ بوڑھوں کی رائے جوان کی طاقت سے کم ہے۔

☆ غصے میں کیا جانے والا فیصلہ ندامت بن جاتا ہے۔

☆ پرندے اپنے پاؤں اور انسان اپنی زبان کی وجہ سے جال میں پھنستے ہیں۔

تین نکتے

☆ علم کی مثال دریا کی سی ہے اسے جتنا خرچ کرو گے گھٹے گا نہیں۔ (سلمان فارسی)

☆ انسانوں کی بے غرض خدمت کرنا انسانیت کی معراج ہے۔ (محمد علی جوہرؒ)

☆ شہرت بہادری کے کارناموں کی مہک ہے۔ (سقراط)

(داؤد ابراہیم ورک۔ راولپنڈی)

سجدہ

معدان بن طلحہ کا بیان ہے کہ میری ملاقات حضرت ثوبانؓ سے ہوئی جو حضور نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا آپ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جس کے سبب میں جنت میں چلا جاؤں۔ یہ بات سن کر وہ خاموش رہے، میں نے دوبارہ درخواست کی تو پھر خاموش رہے، میں نے تیسری بار درخواست کی تو انہوں نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے یہی سوال کیا تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو بکثرت سجدہ کرنے کا انتظام کرو۔ تم جو سجدہ بھی اللہ کو کرو گے اللہ اس سے تمہارا ایک درجہ اونچا کرے گا اور تمہارا ایک گناہ ساقط کر دے گا۔ معدان کہتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت ابوالدرداء سے ملاقات کی اور ان سے بھی یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی مجھے وہی جواب دیا جو حضرت ثوبانؓ نے دیا تھا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو بندہ بھی اللہ کو سجدہ کرتا ہے تو اللہ اس سجدہ کے سبب ضرور اس کا درجہ اونچا کرتا ہے اور ایک گناہ ساقط کر دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب ابن آدم سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا الگ ہو جاتا ہے کہ ہائے ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا اور اس کیلئے جنت ہوگئی اور مجھے کہا گیا اور میں نے سجدہ نہ کیا اور میرے لیے دوزخ ہوگئی۔

(سعدیہ سجاد۔ داجل)

علم

☆ علم ایک ایسی شمع ہے جو جتنی جلتی ہے اتنی ہی روشنی دیتی ہے۔

☆ علم طلب اور تلاش عبادت ہے۔

☆ علم دل کی روشنی اور آنکھوں کا نور ہے۔

☆ علم جنت کے راستوں کا نشان ہے۔

☆ علم دشمنوں پر تلوار ہے۔

☆ علم خوشی اور غم میں دلیل ہے۔

انمول موتی

☆ نصیحت میں تاثیر تب ہوتی ہے جب کہنے والا باعمل ہو۔

☆ کسی کا دل توڑ کر معافی مانگنا تو آسان ہے مگر اپنا دل ٹوٹ جائے تو کسی کو معاف کرنا بہت مشکل ہے۔

☆ اپنے اللہ سے ہمیشہ اچھی امید رکھو کیونکہ اس کی ذات سے جیسی امید رکھو گے اس سے ویسا ہی پاؤ گے۔

☆ دعا نصیب سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ جب زندگی میں سب کچھ بدل جائے تب انسان کے پاس صرف دعا ہی بچتی ہے جو نصیب بدل دیتی ہے۔

☆ تکلیف میں ہمیشہ صبر سے کام لو کیونکہ سونے کو آگ سے ہی آزمایا جاتا ہے اور مومنوں کو تکلیفوں سے۔

(خضر حیات...... روڈہ تھل)













شانزہ

قیمے کے کٹلس

اشیاء:

قیمہ آدھا کلو، ٹماٹر دو عدد بڑے، زیرہ آدھا چائے کا چمچ، پیاز ایک بڑی، سرخ و سیاہ مرچ حسب ضرورت، ڈبل روٹی کا توس ایک بڑا یا دو چھوٹے، سوکھا توس، گھی، نمک، ہرا دھنیا، ہری مرچ تھوڑی سی، انڈا ایک عدد۔

ترکیب:

قیمے میں گھی، کٹی ہوئی پیاز، ہرا مصالحہ، ٹماٹر، مرچیں اور زیرہ ڈال کر دھیمی آنچ پر پکنے دیں۔ یہ خود اپنے ہی پانی میں پکے گا۔ جب پانی خشک ہو جائے تو بھون کر اتار لیں۔ توس پانی میں بھگو دیں، پھر نکال کر اور خوب اچھی طرح نچوڑ کر قیمے میں ملا دیں۔ اگر ڈر ہے کہ انڈا ملانے سے قیمہ زیادہ گیلا ہو جائے گا تو انڈا پھینٹ کر الگ رکھ لیں۔ قیمے کی بیضوی شکل کی چپٹی چپٹی ٹکیاں بنا لیں۔ انڈا لگا لگا کر ڈبل روٹی کے چورے میں دبائی جائیں جب چورا اچھی طرح ان میں مکس ہو جائے تو گرم گرم آئل میں فرائی کر لیں مزیدار قیمے کے کٹلس تیار ہیں۔

منچورین کوفتہ

اجزاء:

قیمہ آدھا کلو، ہری مرچ دو عدد باریک کٹی ہوئی، کالی مرچ ایک چائے کا چمچ، سرکہ ایک کھانے کا چمچ، ادرک و لہسن کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ، نمک آدھا چائے کا چمچ، میدہ دو کھانے کے چمچ، کارن فلاور دو کھانے کے چمچ، سویا سوس دو کھانے کے چمچ، ہری پیاز تین کھانے کے چمچ باریک کٹی ہوئی۔

سوس کیلئے:

کوکنگ آئل آدھا کپ، ادرک دو کھانے کے چمچ پسا ہوا، پیاز آدھا کپ پسا ہوا، ویسٹر سوس دو کھانے کے چمچ، کیچپ آدھا کپ، سفید مرچ آدھا چائے کا چمچ، نمک آدھا چائے کا چمچ، چلی سوس دو کھانے کے چمچ، پانی ڈیڑھ کپ۔

ترکیب:

قیمہ چوپر میں پیس کر اس میں باریک کٹی ہری مرچ، کالی مرچ، سرکہ، ادرک و لہسن کا پیسٹ، نمک، میدہ، کارن فلور، سویا سوس اور باریک کٹی ہری پیاز ڈال کر اچھی طرح مکس کریں۔ پھر اس آمیزے سے کوفتے بنا کر گرم آئل میں پانچ منٹ تک ڈیپ فرائی کر لیں کہ گولڈن براؤن ہو جائیں۔ پھر انہیں نکال کر الگ رکھ لیں۔ کڑاہی میں آئل گرم کر کے کٹا ہوا لہسن فرائی کریں۔ اب اس میں کٹی پیاز اور باریک کٹے ہوئے ہری پیاز کے پتے ڈال کر دو منٹ مزید فرائی کریں۔ پھر پانی، اویسٹر سوس، کیچپ، سفید مرچ، نمک، سرکہ اور چلی سوس ڈال کر اُبال آ جانے تک پکائیں۔

پائے

اشیاء:

پائے مٹن چار عدد، دار چینی ثابت دو تا تین عدد، لہسن پسا ہوا ایک کھانے کا چمچ، تیل دو کپ، ادرک پسا ہوا ایک کھانے کا چمچ، دہی ایک کپ، مرچ پاؤڈر دو چائے کا چمچ، پیاز ایک عدد، گرم مصالحہ ایک چائے کا چمچ، دھنیا پاؤڈر دو کھانے کے چمچ، نمک حسب ضرورت، ہلدی دو چائے کے چمچ۔

ترکیب:

پیاز کاٹ کر تیل میں گولڈن براؤن فرائی کر کے نکال لیں اور دہی کے ساتھ بلینڈ کر لیں۔ اسی تیل میں باقی کے مصالحہ اور پائے ڈال کر اچھی طرح بھونیں پھر اس میں بلینڈ کی ہوئی دہی اور پیاز ڈال کر مزید بھونیں، پھر اس میں اتنا پانی ڈالیں کہ گوشت گل جائے، آنچ دھیمی کر کے پکائیں، جب گوشت گل جائے اور شوربہ ٹھیک ہو جائے تو گرم مصالحہ ڈال کر چولہا بند کر دیں۔ ہری مرچ، ہرا دھنیا، ادرک اور لیموں کے ساتھ پیش کریں گرما گرم نان کے ساتھ۔

چاکلیٹ چپ براؤنی پائی

بیس کے اجزاء:

مکھن چار اونس، کاسٹر شوگر دو اونس، میدہ آٹھ اونس، انڈے کی زردی ایک عدد، ٹھنڈا پانی حسب ضرورت

براؤنی کے اجزاء:

مکھن چھ اونس، چاکلیٹ سو دو سو گرام، انڈے تین عدد، ونیلا ایسنس ایک چائے کا چمچ، میدہ ایک کپ، چاکلیٹ چپ ایک کپ۔ چینی ایک چوتھائی کپ۔

ترکیب:

بیس بنانے کے لئے مکھن اور کاسٹر شوگر ملا کر پھینٹ لیں، یہاں تک کہ وہ کریمی ہو جائے۔ اب اس میں میدہ شامل کریں، یہاں تک کہ وہ بریڈ کومبز کی شکل اختیار کر لے۔ پھر اسے حسب ضرورت ٹھنڈے پانی سے گوند لیں اور آٹھ انچ کی پائی پلیٹ میں پھیلا دیں۔ اب سے کانٹے کی مدد سے گود لیں اور پہلے سے گرم اوون میں 180c پر 20 منٹ کے لئے بیک کر لیں۔ براؤنی بنانے کے لئے ایک سوس پین میں چاکلیٹ اور مکھن کو پگھلائیں، یہاں تک کہ مکھن اور چاکلیٹ اچھی طرح پگھل جائیں۔ اب انہیں ایک پیالے میں نکال لیں۔ پھر اس میں کاسٹر شوگر شامل کر کے مکس کریں۔ اب اس میں ایک ایک کر کے انڈے ڈالتے جائیں اور اچھی طرح پھینٹ لیں۔ اس کے بعد ونیلا ایسنس، نمک اور میدہ شامل کر کے اچھی طرح فولڈ کر لیں۔ پھر اس میں چاکلیٹ چپ ڈال کر مکس کر لیں۔ اب اس اسے بیس پر ڈالیں اور اوپر سے چاکلیٹ چپ چھڑک دیں۔ اس کے بعد پہلے سے گرم اوون میں چالیس منٹ کے لئے بیک کر لیں، یہاں تک کہ وہ سیٹ ہو جائے۔ اب اسے نکال کر ٹھنڈا کریں اور آئسنگ شوگر چھڑک دیں۔ آخر میں ویجز میں کاٹ کر سرو کریں۔



تاریخ ساز شخصیت...... مجید نظامی

بینش اشرف چٹھہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنانے والے، اغیار کے غلط ارادوں کو ملیامیٹ کرنے والے، بچوں کی شخصیت کونکھارنے والے، آبروئے صحافت اور آبروئے ملت محترم حمید نظامی صاحب کے لگائے ہوئے پودے کو تناور درخت بنانے والے، پاکستان کو بلندیوں پر پہنچانے کے خواب دیکھنے والے محترم مجید نظامی اس دنیا سے 27 ویں شب کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

اس تناور درخت کا سایہ ہر طرف پھیلا دیں کہ کوئی بھی بھٹک نہ جائے کوئی یہ نہ سمجھ سکے کہ اب محترم مجید نظامی کے بعد ان کو کوئی روک، ٹوک کرنے والا نہیں۔ آپ نے اس بات کو سچ ثابت کردیا۔

ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

اب یہ ہم سب کا فرض ہے کہ کشمیر، فلسطین اور جہاں جہاں مسلمان مظلوم ہیں ان کی مدد کرنے کے لئے قدم اٹھائیں کہ صرف قدم بڑھانے کا حوصلہ رکھیں جس طرح محترم نظامی برادران نے قدم بڑھائے اور اللہ نے ان کی مدد کی۔ اگر آپ کو اللہ اور زندگی دیتا تو یقیناً آپ فلسطین اور کشمیر اور جہاں جہاں مسلمان مظلوم ہیں ان کی اور زیادہ بہتری کے لئے ضرور کچھ کرتے پر اللہ کو ان کی اتنی ہی زندگی منظور تھی۔

اللہ آپ کی بخشش کرے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ کے جانے سے ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے جو کسی صورت بھی پورا نہیں ہوسکتا۔ آپ ایک عظیم

ان کو پاکستان سے پیار ہی اتنا تھا کہ اللہ نے ان کے لئے دن بھی وہ منتخب کیا جس دن ہم کو پاکستان جیسی نعمت ملی تھی۔ ان کے کردار کی وسعت بہت زیادہ ہے اگر احاطہ کرنے لگیں تو نہ کرسکیں۔

محترم مجید نظامی جس سے ملے اور جس سے نہ ملے اس کو ملنے کا شوق رہے گا۔ آپ سے بات کرنے کا شرف جس کو حاصل ہوا اس نے آپ سے بہت کچھ سیکھا۔ نصیحت کریں یا نہ کریں سمجھنے والا ان کو پاکستان کی جیتی جاگتی تصویر سمجھتا تھا۔ ایسا تو ہو ہی نہ سکتا تھا کہ آپ آئیں اور پاکستان کے بارے میں بات نہ کریں۔ بھارت کی کھلی مخالفت کرنے والے اور کشمیر کو ان کے شکنجے سے آزاد کرانے کے خواب دیکھنے والے منوں مٹی تلے چلے گئے پر ان کے تمام تر افکار، خیالات آج بھی زندہ ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گے۔

نونہالوں کو ان کی باتوں پر عمل کر کے پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنانا ہوگا اور ان کی روح کو خوش کرنا ہوگا کہ ان کے خون، پسینے سے کئے ہوئے کام رائیگاں



جناب مجید نظامی ''پھول'' کی سالانہ تقریب میں ہونہار مقررانیسہ فاطمہ قادری کو ''پھول ایوارڈ'' دے رہے ہیں۔ سید احمد سعید کرمانی، محمد شعیب مرزا اور بیگم ثریا خورشید ہمراہ ہیں۔

نہیں گئے بلکہ قائداعظمؒ، علامہ اقبالؒ اور حمید نظامی کی طرح وہ آج بھی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

محترم حمید نظامی صاحب نے محترم مجید نظامی صاحب کی تربیت کی اور آپ نے محترمہ رمیزہ نظامی کی۔ اب محترمہ رمیزہ نظامی اس مشن کو لے کر آگے بڑھیں اور

لیڈر تھے اور آپ کی تمام تر خدمات کو ہمیشہ سراہا جاتا رہے گا اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہمیشہ فخر کریں گے کہ ان کے رہبر عظیم ملت کے عظیم انسان ہیں۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے












جنگ ستمبر کے دوران پوری قوم پاکستانی فوج کے شانہ بشانہ تھی

ستمبر کے شہیدوں اور غازیوں کی عظمت کو سلام

چوہدری اسد اللہ خان

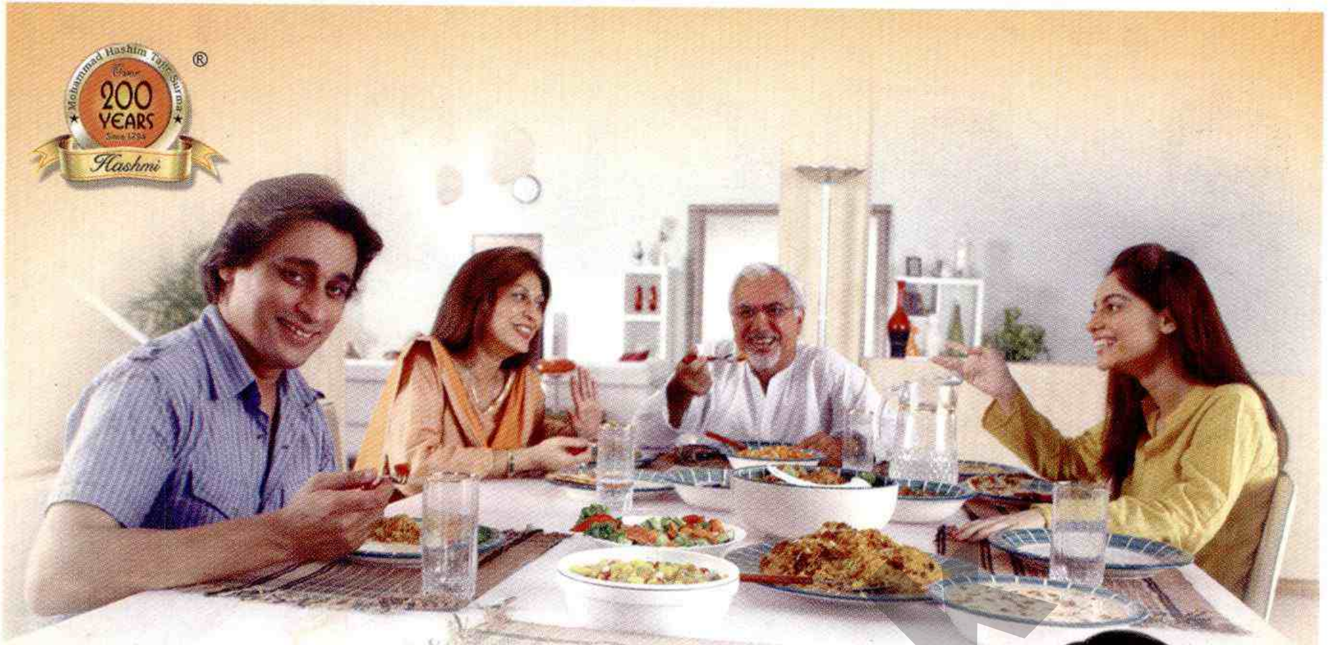
اگرچہ ہماری عسکری قیادت پاک انڈیا بارڈر پر خلاف معمول بھارتی عسکری حرکات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے عملی اقدامات کرنے کا سوچ رہی تھی لیکن ان حالات میں امریکہ نے ہماری حکومتی قیادت کو یقین دلایا کہ انڈیا پاکستان کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کرے گا بلکہ اس کا مقصد تو مقبوضہ کشمیر کا تحفظ ہے۔ یوں امریکہ نے حسب فطرت منافقانہ کردار ادا کیا۔ امریکہ اور بھارت کی ملی بھگت کے نتیجہ میں 5 اور 6 ستمبر 1965ء کی درمیانی شب عیار اور کمینہ پڑوسی دشمن بھارت نے رات کی تاریکی اور اپنی عددی برتری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لاہور کے محاذ پر سرحد عبور کرتے ہوئے طلوع آفتاب سے قبل پاکستان پر حملہ کر دیا۔ دشمن کا یہ حملہ انتہائی تباہ کن ثابت ہو سکتا تھا کیونکہ دشمن کی فوج عددی برتری میں 3 گنا زیادہ اور وافر اسلحہ جنگ سے لیس تھی۔ بھارتی فوج نے لاہور اور قصور سیکٹر میں 13 شدید حملے کیے۔ لیکن پاکستان کے جانبازوں نے ان کے ہر حملہ کو اپنے جذبہ ایمانی سے ناکام بنا دیا۔ دشمن کی پہلی یلغار کو روکنے کے لیے ہڈیارہ کے مقام پر ابتدائی 9 گھنٹے لڑا جانے والا معرکہ جنگ 1965ء کی تاریخ میں ایسا واقعہ ہے جس نے اس 17 روزہ جنگ کو ایسی جہت دی کہ دشمن کے حوصلے پست تر ہوتے چلے گئے۔ 6 ستمبر کے اس معرکہ میں ہڈیارہ کے مقام پر ہمارے مٹھی بھر فوجی جوان دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور اس کے مذموم ارادوں کو ناکام بنا دیا۔ غازی میجر شفقت بلوچ نے اپنے 100 جوانوں پر مشتمل ایک کمپنی کو گھوینڈی کے قریب ہڈیارہ نالے کے کنارے اس انداز سے پھیلا کر پوزیشن لی کہ دشمن ان کی کم تعداد کو بھی زیادہ تصور کرے۔ بھارتی فوج کی 48 انفنٹری بریگیڈ نے گورکھا رائفلز کی قیادت میں ہڈیارہ پر صبح 30-6 بجے حملہ کر دیا۔ غازی میجر شفقت بلوچ نے جوانوں کا جذبہ بڑھایا کہ دشمن کی عددی برتری اور اسلحہ کی فراوانی کو خاطر میں ہرگز نہ لایا جائے بلکہ کفر و اسلام کی جنگ سمجھ کر جذبہ ایمانی سے کام لیا جائے۔ جونہی دشمن قریب پہنچا 17 رجمنٹ کے یہ 100 شیر اس پھرتی اور مستعدی سے اس پر جھپٹے کہ اپنے مقابل تین ہزار غنیم دشمن کو بے بس کر کے صدیوں پہلے جنگ بدر کی یاد تازہ کر دی۔ لڑائی کے آغاز میں ہی غازی میجر شفقت بلوچ بازو پر گولی لگنے سے زخمی ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ بلند آواز میں توپوں کے فائر کو گائیڈ کرتے کہ دشمن آگے نہ بڑھ پائے۔

اسی اثنا میں ان کے جوانوں نے دشمن کے تین ٹینک تباہ کر ڈالے جس سے دشمن کے حوصلے پست ہوئے اور اس کا زور ٹوٹ گیا اور جنگ کا پانسہ پلٹتا ہوا دکھائی دیا۔ 9 گھنٹے کی اس دلیرانہ مزاحمت نے بیدیاں کے مقام پر موجود پاک فوج کے دستوں کو اتنا وقت فراہم کر دیا کہ وہ بی آر بی نہر پر اپنی دفاعی پوزیشن کو مزید مضبوط کر پائے۔ دشمن کو اس معرکہ میں جانی و مالی شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ پھر کسی بھی محاذ پر دشمن کی فوجیں ٹھہر نہ سکیں۔ سیالکوٹ، قصور، سلیمانکی حتیٰ کہ کشمیر میں بھی دشمن کو پسپا ہونا پڑا۔ غازی میجر شفقت بلوچ کو اس تاریخی بہادری پر ''ستارہ جرات'' سے نوازا گیا۔ ان کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل ابراہیم نے ان کا بوسہ لیا، گلے سے لگایا اور سیلوٹ کیا۔ بھارتی کمانڈر نے اپنے تئیں لاہور کے جم خانہ میں جشن کا علان کر دیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ وقت آنے پر بنیئے کا سارا غرور خاک میں مل گیا اور اسے اپنی اوقات کا پتہ چل گیا۔

21 ستمبر سحری کے وقت سلیمانی ہیڈ ورکس پر متعین حوالدار نور محمد نے اپنی مشین گن سے نیچی پرواز کرتے ہوئے بھارتی فلائیٹ آفیسر .K.K کپور پر فائر کر کے اسے سرزمین پاکستان میں گرا لیا۔ انڈین بری اور فضائی حملہ آور خاصے حواس باختہ ہو چکے تھے۔

برکی ہڈیارہ محاذوں پر ذلت آمیز ہزیمت کے بعد انڈیا نے 7 اور 8 ستمبر کی درمیانی شب آرمڈ اور تین انفنٹری بریگیڈوں کے ساتھ سیالکوٹ کی مشرقی سرحد پر حملہ کر دیا۔ پاکستان کے 24 انفنٹری بریگیڈ نے اے اے ملک (ہلال جرأت) کی قیادت میں دشمن کے آگے عزم و





آپ کی ڈیلی لائف میں جس کا ہے ایک اہم رول...

وہ ہے

ہاشمی

بھوسی

اسپغول





ہمت کا بند باندھ دیا۔ جبکہ لیفٹیننٹ کرنل نثار احمد (ستارہ جرأت) 25 کیولری کے ساتھ دشمن کے آگے سینہ سپر ہو گئے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کی یہ سب سے بڑی ٹینکوں کی جنگ تھی۔ دشمن بدمست ہاتھی کی طرح پاکستان کی قلیل فوج کو روند ڈالنے کے عزم سے حملہ آور ہوا تھا لیکن پاک فوج کے قابل فخر جوان وطن کی حفاظت میں پروانہ وار اپنے سینوں پر بارودی سنگین باندھ کر چونڈہ کے محاذ پر دشمن کے ٹینکوں کے نیچے لیٹ گئے اور 100 سے زائد بھارتی ٹینکوں کو تباہ کر کے اسے ٹینکوں کے قبرستان





میں بدل دیا۔ حب الوطنی کے ایثار کی ایسی مثال تاریخ جہاں میں خال خال نظر آتی ہے۔

ستمبر 1965ء کی جنگ میں فضائیہ کا کردار بڑا بے مثال ہے۔ سرگودھا شہر پاکستان کی فضائیہ کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ 7 ستمبر کو سرگودھا کی فضاؤں میں ایک تاریخ ساز معرکہ بپا ہوا جب دشمن کے 5 حملہ آور طیاروں کو فائٹر پائلٹ غازی ایم ایم عالم نے ایک ہی حملے میں یکے بعد دیگرے مار گرایا۔ تاریخ میں پہلا موقع تھا کہ کسی پائلٹ نے اپنے سے بہتر لیول کے پانچ طیارے ایک منٹ سے بھی کم وقت میں مار گرائے۔ یہ دنیا کی ہوائی تاریخ کا نیا ریکارڈ ہے جو آج تک قائم ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔ ایم ایم عالم نے دوسرے معرکوں میں دشمن کے مزید چار لڑاکا طیارے مار گرائے۔ اس طرح اس 17 روزہ جنگ میں انہوں نے کل 9 طیارے مار گرانے کا ورلڈ ریکارڈ بنا دیا جو پاکستان کی فضائیہ اور عوام کے لیے باعث صد افتخار ہے۔ تفصیل پوچھنے پر درویش صفت اقبال کے شاہین غازی ایم ایم عالم نے کہا کہ "یہ سب میرے اللہ کا کرم ہے۔ یہ ایک معجزہ تھا جو اللہ نے مجھے موقع دیا۔" اس غیر معمولی شجاعت پر حکومت نے ان کو دو بار "ستارہ جرأت" عطا کیا۔ یہ سچے محب الوطن غازی گزشتہ سال دار فنا سے دار بقا کو سدھار گئے ہیں۔ پوری قوم اپنے محسن عظیم اور قابل فخر سپوت کیلئے دعا گو ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے



سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

فضائیہ کے سابق سربراہ ایئر مارشل نور خاں نے بتایا کہ بھارت مگ 21 اور کئی اچھے طیارے ہونے کے باوجود ہمارے پہلے حملے سے ہی خوفزدہ ہو گیا کیونکہ 7 ستمبر پی اے ایف نے جارحانہ کارروائی کرتے ہوئے بھارتی پٹھانکوٹ کے ایئر بیس پر حملہ کیا اور ان کے کئی طیارے تباہ کر دیئے۔ یہ سب کچھ ہمارے شاہینوں نے فقط جذبہ ایمان سے کیا۔ پاکستان کی نیوی کسی سے کم نہیں۔ "دوارکہ آپریشن" نے ثابت کیا کہ پاکستان کی نیوی کسی سے کم نہیں۔ 7 ستمبر کو پاکستان نیوی کے سمندری جہاز پیٹرول پر تھے۔ پی این ایس بابر، بدر، جہانگیر عالمگیر سلطان نے دشمن کے ٹھکانوں پر زوردار حملے کر کے اپنی دھاک بٹھا دی۔

6 ستمبر کو ایوب خان صدر پاکستان نے ریڈیو اسٹیشن سے بہادر افواج اور عوام سے تاریخی خطاب کیا۔

"میرے ہم وطنو! السلام علیکم۔ دشمن نے ہمیں للکارا ہے۔ آپ اٹھ کھڑے ہوں تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس نے کس قوم کو للکارا ہے۔ مردانہ وار آگے بڑھو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔ پاکستان پائندہ باد۔" اس صدارتی خطاب نے پاکستانی عوام، سیاستدانوں، تاجروں، اساتذہ، علماء، طلباء، گلوکاروں، شاعروں، ادیبوں غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد کو پیارے ملک کے دفاع کیلئے کمر بستہ دیوانہ وار شانہ بشانہ اپنی افواج کے ساتھ جنگ میں شریک کر دیا۔ ملکہ ترنم نور جہاں نے اپنے ترانوں اور نغموں "اے پتر ہٹاں تے نئیں وکدے۔ توں لبھ دی پھریں بازار کڑے۔ میرے ڈھول سپاہیا تینوں رب دیاں رکھاں" سے فوجی جوانوں اور افسروں کے جذبہ جہاد کو دوچند کر دیا۔ شہنشاہ غزل نے کراچی سنٹر سے اپنے نغموں اور ترانوں سے محافظان وطن کے خون کو گرمایا۔ دوسرے، بہت سے گلوکاروں نے بھی اپنا قابل رشک حصہ ڈالا۔ بچے بوڑھے اور جوان دوران جنگ اپنے فوجی جوانوں کا سڑکوں اور کھلے میدانوں میں حوصلہ بڑھاتے رہے۔ لاہوریے اور سرگودھا کے نوجوان بھارتی طیاروں کے مار گرائے جانے پر "بوکاٹا" کہتے شور مچاتے اور بھنگڑا ڈالتے دکھائی دیتے رہے۔ 27 ستمبر کو اس جنگ کا اختتام ہوا۔ شہدا نے دنیا کو بتا دیا کہ

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

قوم ان کی عظمت کو سلام پیش کرتی ہے۔ غازی فتح یاب ہو کر واپس لوٹے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک و قوم کو زندہ و پائندہ رکھے۔ (آمین)

ایم ایم عالم نے ایک منٹ میں 5 بھارتی طیاروں کو تباہ کر کے عالمی ریکارڈ قائم کیا

جنگ ستمبر میں پاکستان کی بری، بحری اور فضائی افواج نے بے مثال جرأت کا مظاہرہ کیا

آج بھی غزوہ بدر اور جنگ ستمبر جیسا جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے

یوم دفاع

یوم دفاع تیری حرمت پہ سلام لاکھوں
تجھ پہ نثار اپنے جذبے، کلام لاکھوں
جب بھی بڑھیں گے ہاتھ دشمن کے، طرف اپنی
تب تب ملیں گے رب سے ہم کو دوام لاکھوں
ہے پاک وطن ہمارا، قائدؒ کا ہے یہ نعرہ
قیامت تلک رہے گا اس پہ مدام لاکھوں
دشمن کی آنکھ اٹھنے سے پہلے ہی بھسم کر دیں
وطن کی بقا پہ اپنی جانیں نیلام لاکھوں
جب بھی ضروری ہو گا قائد اتارے گا رب
کر کے دکھا دیں گے ہم کام ہی کام لاکھوں

کوثر خالد۔ جڑانوالہ

اس نے فوج میں جانے سے انکار کر دیا تھا

"تم ہو پاسبان اس کے......!"

قرۃ العین خرم ہاشمی

دس سالہ موسیٰ نے لاؤنج میں جھانکا جہاں اس کے دادا عبدالرحمٰن اور ان کے دوست کرنل داؤد بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ موسیٰ بیٹ ہاتھ میں پکڑے ان کے پاس سے سلام کرتے ہوئے گزرنے لگا تو کرنل داؤد نے اسے روک لیا۔

"موسیٰ بیٹا بھی بڑا ہو کر آرمی میں جائیگا نا! میرے پوتے احمد کو بھی بہت شوق ہے اپنے باپ دادا کی طرح آرمی میں جانے کا۔" کرنل داؤد نے خوشگوار لہجے میں کہا تو ریٹائرڈ بریگیڈیئر عبدالرحمٰن بھی مسکرا دیئے۔

"میاں کرنل داؤد خواہش تو میری بھی یہ ہی ہے کہ موسیٰ آرمی میں جائے۔ اس کا باپ اپنی بیماری کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہ گیا تھا جس کا افسوس مجھے آج تک ہے مگر جو میرے رب کی مرضی۔ اللہ نے موسیٰ کی شکل میں میری خواہش پوری کر دی ہے۔ انشاء اللہ یہ ضرور اپنے وطن کی خدمت اور حفاظت کرے گا۔" بریگیڈیئر عبدالرحمٰن نے اپنے اکلوتے پوتے کیطرف دیکھتے ہوئے مان سے کہا۔

"سوری دادا جان مجھے آرمی پسند نہیں ہے اور نہ ہی میں بڑا ہو کر آرمی میں جاؤں گا۔ مجھے کرکٹر بننا ہے اور دادا جان اب آپ بھی اس 1965ء اور 1971ء کی جنگوں کے اثر سے باہر نکل آئیں۔ وقت بہت آگے چلا گیا ہے اب دوستی اور محبت کی فضا ہے۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ آج تک "یوم دفاع" منانے کا کیا مقصد ہے جب حالات ٹھیک ہیں تو!" موسیٰ نے ناگواری سے کہا اور بیٹ ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ جبکہ پیچھے بیٹھے دونوں بزرگ خاموشی اور دکھ سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔

آج کل کی نسل کو ہماری قربانیوں کا احساس ہی نہیں ہے! کہتا ہے کہ "یوم دفاع" کیوں مناتے ہیں؟ بریگیڈیئر عبدالرحمٰن کا پوتا "یوم دفاع" کا مطلب ہی نہیں جانتا! دادا جان نے نم آنکھوں کے ساتھ خود کلامی کی تو کرنل داؤد بھی سر ہلا کر رہ گئے۔

"یوم دفاع" میں چند دن باقی رہ گئے تھے اور اس سلسلے میں ہونے والی مختلف تقریبات میں دادا جان مدعو تھے۔ ایک رات کھانے کے بعد دادا جان موسیٰ کے والد فواد کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے چائے پیتے ہوئے ملکی حالات پر تبصرہ کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ ایک نظر ٹی وی پر بھی ڈال رہے تھے۔ اسی وقت ٹی وی پر بریکنگ نیوز چلنے لگی تو دونوں خاموش ہو کر سننے لگے۔ موسیٰ بھی پاس آ کر خاموشی سے بیٹھ گیا اور ٹی وی پر چلنے والی خبر دیکھنے لگا جہاں بمباری اور ٹینکوں سے فلسطین کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کرتے ہوئے دکھایا جا رہا تھا۔ بے گناہ اور معصوم زخمی اور خون میں لت پت بچے دیکھ کر موسیٰ خوفزدہ ہو گیا اور حیرانی سے بولا۔

"یہ کیا ہے؟ کیا ان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں ہے جو یہ سب اس طرح مر رہے ہیں۔" موسیٰ نے خوفزدہ ہو کر سوال کیا تو دادا جان نے بہت گہری نظروں سے اس کی طرص دیکھتے ہوئے کہا۔

"موسیٰ بیٹا آپ پوچھتے تھے نا کہ یوم دفاع کیوں منایا جاتا ہے؟ بیٹا اگر ہمارے ملک کی فوج کمزور اور بے بس ہوتی تو ایسے ہی مناظر ہمارے یہاں بھی وقوع پذیر ہو رہے ہوتے۔ آپ کو آرمی میں جانا پسند نہیں ہے! مگر بیٹا کبھی سوچا ہے آپ نے کہ جتنی آزادی اور سکون اور اطمینان سے زندگی ہم لوگ بسر کر رہے ہیں یہ سب ان لوگوں کی بدولت ہی ہے جو سرحدوں پہ جاگ کر اپنی جان کا نذرانہ دے کر ہماری حفاظت کر رہے ہیں۔

آج امن اور دوستی کی فضا بھی اسی لئے قائم ہے کہ ہم دشمنوں کا مقابلہ ڈٹ کر کرنے کی جرأت اور ہمت رکھتے ہیں۔ جیسے 6 ستمبر 1965ء کو ہمارے بلند حوصلوں نے دشمن کو پسپا کیا تھا۔ یہ دن اسی تجدید کا ہے اپنی افواج کو خراج تحسین پیش کرنے کا ہے جن کی وجہ سے کوئی بھی ہمیں ٹیڑھی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا"۔

دادا جان نے مضبوط لہجے میں کہا تو فواد نے بھی اپنے باپ کی ہاں میں ہاں ملائی۔ موسیٰ نے ایک نظر ٹی وی پر ڈالی جہاں غزہ میں تباہی کے مناظر پیش کیے جا رہے تھے اور پھر دادا جان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔

دادا جان میں بھی آپ کی طرح آرمی میں ہی جاؤں گا اور اپنے ملک کو ہر بری نظر سے بچاؤں گا۔ دادا جان کیا آپ مجھے بھی "یوم دفاع" کی تقریبات میں اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ موسیٰ نے اشتیاق سے پوچھا تو دادا جان نے مسکراتے ہوئے اسے گلے سے لگا لیا۔ دل میں اپنے رب کا شکر ادا کیا جس نے موسیٰ کے دل میں یہ لگن اور احساس پیدا کیا تھا اور وہ جان گیا تھا کہ یہ وطن اس کا ہے اور اس کی پاسبانی بھی اسی نے کرنی ہے۔ اپنے آباء و اجداد کی طرح۔

ہم فوجیوں سے محبت نہ کیا کرو ماں!

ہم فوجیوں سے محبت نہ کیا کرو ماں!
ہمارے جنازے ہمیشہ جوان اٹھتے ہیں
اور میری ماں
میری ماں یہ سن کر
رو دیا کرتی تھی
کبھی جو تمہیں میری ماں ملے
تو اس سے کہنا
وہ فوجیوں سے محبت نہ کیا کرے
اور
دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ کر
میرا انتظار نہ کیا کرے
سنو
تم میری ماں سے کہنا
وہ رو دیا نہ کرے
کیونکہ ہمارے جنازے ہمیشہ جوان اٹھتے ہیں

حرا رانا۔ لاہور



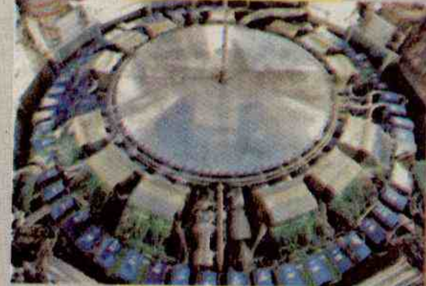
فرحان اشرف

کرینک شافٹ

کرینک شافٹ ایک ایسا آلہ ہے جو گردشی حرکت کو خطی حرکت میں تبدیل کرتا ہے۔ موجودہ زمانے میں مستعمل اور زیادہ تر مشینوں میں اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ کرینک شافٹ کو سب سے پہلے مشہور مسلمان انجینئر الجزری نے اپنی ایجاد کردہ پانی کھینچنے والی مشین میں بڑی مہارت سے استعمال کیا۔ اس کی تحریر کردہ کتب میں کئی اور میکانکی آلات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ الجزری کی دیگر ایجادات میں والو اور پسٹن بھی شامل ہے۔ الجزری نے دنیا کی پہلی میکانکی گھڑی بھی بنائی تھی جو پانی اور وزن سے چلتی تھی۔ انہیں روبوٹکس اور آٹو میٹا کا بانی بھی کہا جاتا ہے۔

لارج ہیڈرن کولائیڈر

کائنات کی تاریخ اور زمین پر زندگی کی ابتدا کے بارے میں جاننے کے لیے 1980ء کی دہائی میں ایسے تجربات کا نظریہ پیش کیا گیا۔ جس کے ذریعے بگ بینگ جیسے



سائنس دان اس خیال پر کام کرتے رہے اور بالآخر 1994ء میں یورپین آرگنائزیشن فار نیوکلیئر ریسرچ سرن نے اس منصوبے کی منظوری دے دی اور چار سال بعد اس پر عملی کام کا آغاز ہوا۔ آٹھ سال کی مسلسل محنت کے بعد 85 سے زائد ممالک کے دس ہزار سے زائد سائنس دانوں اور انجینئرز نے اس منصوبے میں حصہ لیا۔ یہ سائنسی تاریخ کی سب سے بڑی مشین ہے۔ اس مشین کی تیاری میں پاکستانی سائنسدانوں نے بھی حصہ لیا۔ اس مشین کی لمبائی 27 کلومیٹر ہے اور اس کو سویڈن اور فرانس کی سرحد پر جنیوا کے قریب 300 فٹ کی گہرائی میں ایک تجربہ گاہ میں نصب کیا گیا ہے۔ اس مشین کی تیاری پر تقریباً 8 ارب ڈالر صرف ہو چکے ہیں۔ اس طرح ایل ایچ سی کو تاریخ کی سب سے بڑی اور سب سے مہنگی مشین ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

مال روڈ لاہور

مال روڈ لاہور، لاہور میں واقع ایک مصروف شاہراہ ہے جس کو شاہراہ قائداعظم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ جی ٹی روڈ کے ساتھ ہم پلہ لاہور کی مشہور و معروف شاہراہ ہے۔ مال روڈ لاہور کی تاریخی و ثقافتی اہمیت یہاں واقع کئی عمارات ہیں جو کہ مغل طرز تعمیر کا نمونہ ہیں۔ یہاں برطانوی سامراجی دور میں تعمیر شدہ عمارات بھی ہیں جو کہ برطانوی دور میں تعمیر کی گئی تھیں اور اب بھی استعمال میں ہیں، دو مختلف ادوار کی یادگاروں سے مزین یہ شاہراہ بلاشبہ تاریخ کی گواہ ہے۔ مال روڈ لاہور پر واقع کئی مشہور تاریخی عمارات میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:



لاہور میوزیم، نیشنل کالج آف آرٹس، باغ جناح (جو کہ لارنس گارڈن بھی کہلایا جاتا ہے)، گورنمنٹ کالج لاہور، کمز گن یا زم زمہ، جامعہ پنجاب (قدیم کیمپس)، پنجاب اسمبلی کی عمارت، واپڈا ہاؤس، گورنر ہاؤس۔ الحمرا۔ ٹولنٹن مارکیٹ۔ ٹاؤن ہال

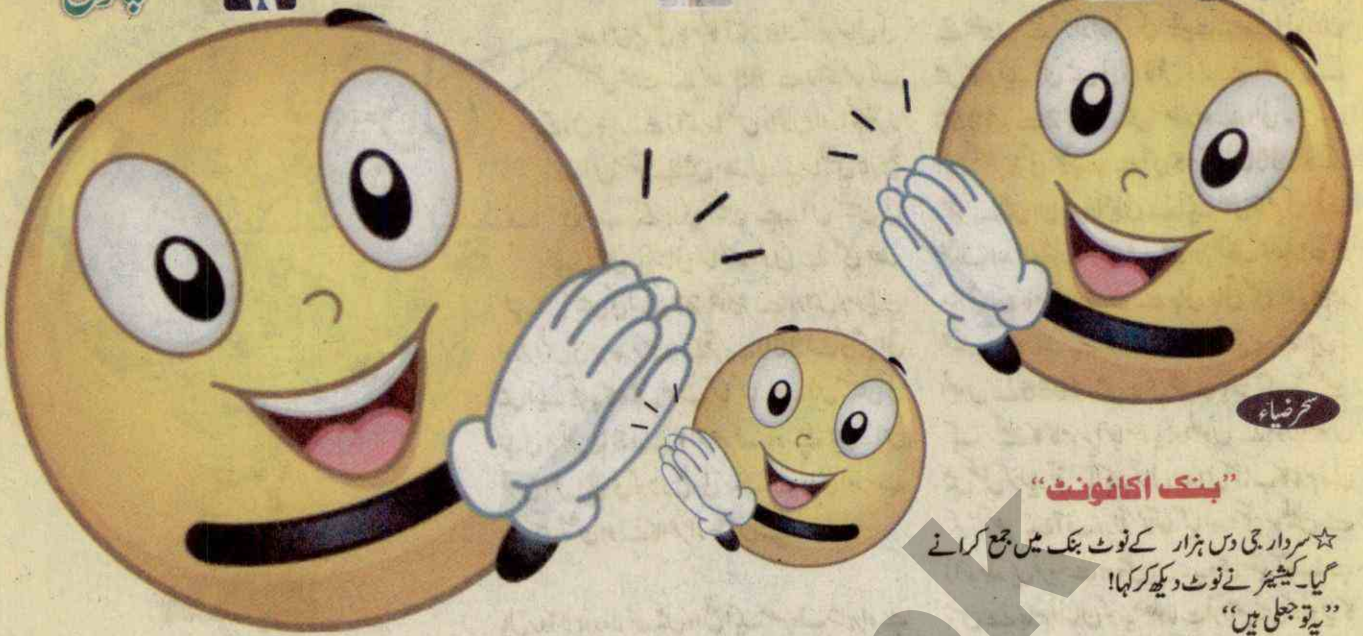
نورس مک رائٹر

دنیا کی سب سے شہرت یافتہ کتاب ''گنیز ورلڈ ریکارڈز'' کے بانی نورس مک رائٹر 12 اگست 1925ء کو لندن میں پیدا ہوئے۔ نورس اور ان کے جڑواں بھائی روس نے ابتدائی تعلیم مالر بورو سے حاصل کی اور اس کے بعد وہ آکسفورڈ ہجرت کر گئے جہاں انہوں نے رائل نیوی میں بھی اپنے فرائض دیئے۔ وہ ایک معروف کھلاڑی تھے جنہوں نے آزاد صحافی کی حیثیت سے کئی اخباروں میں کام کیا۔ جن میں بی بی قابل ذکر ہے۔ انھوں نے 1960ء سے 1972ء میں منعقد ہونے والی گیمز میں ایک کنسٹریٹر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ 1950ء کے عشرے میں ان دو بھائیوں نے ایک کمپنی قائم کی جو کہ مختلف اعداد و شمار کا ریکارڈ رکھنے اور مختلف اخبارات کو سپلائی کے کام کی حیثیت سے جانی جاتی تھی۔ وہ ہمیشہ مختلف ریکارڈز سے لطف اندوز ہوتے رہے ہیں۔ انھوں نے 1955ء میں عالمی شہرت یافتہ کتاب ''گنیز بک'' لکھنے کا کام سرانجام دیا جو انھوں نے سولہ ہفتوں میں مکمل کر لیا۔ تقریباً ایک سال بعد اس کتاب کا نام بدل کر ''گنیز بک آف ورلڈ'' رکھا گیا اور اسکی سو ملین سے زائد جلدیں فروخت ہو چکی ہیں۔ یہ وہی مفید کتاب ہے جس نے عام انسان کو یہ معلومات فراہم کیں کہ دنیا کا سب سے بڑا اور دنیا کا سب سے چھوٹا انسان کون ہے۔ اور مختلف شعبوں میں عالمی ریکارڈز کس کے پاس ہے۔ نورس مک رائٹر کا اپریل 2004ء میں انتقال ہوا۔

برج العرب

برج العرب، متحدہ عرب امارات کے سب سے بڑے شہر دبئی کا ایک پرتعیش ہوٹل ہے، جسے دنیا کا پہلا 7 ستارہ ہوٹل ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ 321 میٹر (1053 فٹ) کی بلندی کے ساتھ برج العرب دنیا کا سب سے بلند ہوٹل ہے۔ یہ دبئی کے ساحل جمیرہ سے 280 میٹر (919 فٹ) دور ایک مصنوعی جزیرے پر قائم ہے اور ایک پل کے ذریعے دبئی سے جڑا ہوا ہے۔ برج العرب کو ڈبلیو ایس اٹکنز پی ایل سی کے ٹام رائٹ نے ڈیزائن کیا تھا۔ ہوٹل کی تعمیر کا آغاز 1994ء میں ہوا اور یکم دسمبر 1999ء کو پہلی بار اس کے دروازے مہمانوں کے لئے کھولے گئے۔ برج العرب کو اس طرح ڈیزائن کیا گیا ہے کہ دور سے دیکھنے پر ساحل کے کنارے کھڑی ایک عظیم بادبانی کشتی کی مانند لگے۔ ہوٹل کے اندرونی تزئین و آرائش کے سی اے انٹرنیشنل کے ڈیزائن پرنسپل کھوان چیو نے انجام دی۔ کھوان چیو کے دیگر منصوبہ جات میں سلطان برونئی کا محل، دبئی کا بین الاقوامی ہوائی اڈہ، جمیرہ بیچ ریزورٹ ڈیولپمنٹ، مدینہ ریزورٹ اور دیگر شامل ہیں۔





سحر ضیاء

مسکراہٹیں

"بنک اکاؤنٹ"

☆ سردار جی دس ہزار کے نوٹ بنک میں جمع کرانے گیا۔ کیشیئر نے نوٹ دیکھ کر کہا!
"یہ تو جعلی ہیں"
سردار نے فوراً کہا!
"تو کیا ہوا جمع تو میرے اکاؤنٹ میں ہوں گے نا"۔

☆☆☆

"ہوسٹل"

☆ اُستانی: "تم گھر کا کام کر کے کیوں نہیں لائیں"
لڑکی: "جی! میں ہوسٹل میں رہتی ہوں"۔

☆☆☆

"تین اور تین"

☆ ماں: بتاؤ تین اور تین کتنے ہوتے ہیں؟
بیٹا: چھ۔
ماں: یہ لو چھ ٹافیاں۔
بیٹا: میں غلط بتا گیا۔ تینتیس ہوتے ہیں۔

☆☆☆

"جیب"

☆ ایک شخص: (جیب کترے سے) کیا کر رہے ہو؟
جیب کترا: آپ کی جیب میری طرف آ رہی ہے اسے پرے کر رہا ہوں۔

(عظیم ڈوگر، ملتان)

☆☆☆

خودکشی

ایک آدمی کو خودکشی کے عنوان پر تقریر کرنے کو کہا گیا۔ تو تقریر اس نے کچھ یوں کی۔ خودکشی حرام ہے۔ خودکشی کرنے والے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ خودکشی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ خودکشی سے بہتر ہے بندہ زہر کھا کے مرجائے۔

(صبیحہ حافظ۔ فقیہہ حافظ۔ محمدی شریف)

☆☆☆

قیمت

ایک موٹے تازے پہلوان صاحب اپنی بڑی بڑی مونچھوں کے ساتھ کسی ہوٹل میں داخل ہوئے۔ ہوٹل کے منیجر نے مسکرا کر کہا۔ "واہ واہ پہلوان صاحب آپ کی یہ جو مونچھیں ہیں ان کا ایک ایک بال لاکھ لاکھ روپے کا ہے"۔ پہلوان نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا۔ بل تین سو بنا۔ پہلوان نے اپنی مونچھ کا ایک بال منیجر کو دیتے ہوئے کہا "اس میں سے تین سو کاٹ کر باقی پیسے مجھے دے دو"۔

(محمد عثمان فرید، محمد ابوبکر فرید۔ جامعہ محمدی شریف)

☆☆☆

کرایہ

حیدر (امجد سے) تم اپنے مکان میں کیوں نہیں رہتے۔ دن رات اِدھر اُدھر پھرتے ہو۔
امجد: حیدر بھائی کیا بتاؤں میرے مکان کا کرایہ بہت زیادہ ہے۔

(آمنہ حافظ۔ جامعہ محمدی شریف)

☆☆☆

کاش

ٹرک کے حادثے میں ایک شخص کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تو انشورنس کمپنی نے اسے بیمے کی رقم فوراً ادا کر دی۔
بیوی نے دیکھا تو جھٹ بولی۔ "ہائے اللہ کاش کم بخت ٹرک والا دوسری ٹانگ بھی توڑ دیتا"۔

☆☆☆

خوف

ایک ڈاکٹر صاحب رات گئے اسپتال سے نکلے ابھی وہ اپنی کار تک پہنچے ہی تھے کہ ایک پاگل ان کی طرف بڑھا۔ ڈاکٹر ڈر کے بھاگ اٹھا۔ اور پھر پاگل بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ آخر ڈاکٹر بھاگتے بھاگتے تھک گیا اور زمین پر گر پڑا۔ پاگل نے اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے اسے ہاتھ لگایا اور کہا "آخر چھولیا نا!"

☆☆☆

ناپسند

ایک شخص سُنار سے: 'میں نے جو منگنی کی انگوٹھی تم سے خریدی تھی، وہ واپس لے لو'
سنار: 'کیوں جناب کیا ان کو انگوٹھی پسند نہیں آئی؟"
وہ شخص بولا: 'انگوٹھی تو پسند آگئی تھی لیکن میں پسند نہیں آیا'

(عشرت جہاں، لاہور)

☆☆☆

مچھلیاں

سیاح (ملاح سے) یہاں بڑی بڑی مچھلیاں تو نہیں ہیں؟
ملاح: بے فکر ہو کر نہائیں جناب! بڑی چھوٹی مچھلیوں کو مگرمچھ ختم کر چکے ہیں۔

(محمد افضل انصاری، چوہنگ لاہور)

☆☆☆

وجہ

استاد: "جب بجلی چمکتی ہے تو ہم کو روشنی پہلے اور آواز بعد میں کیوں آتی ہے؟"۔
طالب علم: "کیونکہ ہماری آنکھیں آگے ہیں اور کان پیچھے"۔

☆☆☆

جو مرضی

استاد بیوقوف طالب علم سے: "جس آدمی کو سنائی نہیں دے اسے انگلش میں کیا کہیں گے؟"
طالب علم: جو مرضی کہہ دیں۔ اس کو کون سا سنائی دے گا۔

☆☆☆




GOFY
JIM SIM
STICK
Mix Flavor









پھول بڑا مقبول
انعامات کی برسات

سائنس کی دنیا

سوال ....

....

....

نام .... ولدیت ....

مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

صفحہ بتایئے

یہ ہیں صفحات کے نمبر:

1- .... 2- .... 3- .... 4- .... 5- ....

نام .... ولدیت ....

گھر کا مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

جوابات کوئز کی دنیا

1 .... 2 .... 3 ....

4 .... 5 ....

نام .... ولدیت ....

گھر کا مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

زبردست جملہ

جملہ ....

....

نام .... ولدیت ....

گھر کا مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

پھول فورم

تصویر

نام ....

تاریخ پیدائش ....

مشاغل ....

مستقبل کے ارادے ....

''پھول'' نے آپ میں کیا تبدیلی پیدا کی ....

گھر کا مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

جوابات دارالسلام کوئز

نام: .... ولدیت: ....

عمر: .... تعلیم: ....

گھر کا مکمل پتہ ....

....

فون نمبر ....

(جوابات الگ کاغذ پر لکھ کر کوپن کے ہمراہ بھجوائیں)

تین بہترین کہانیاں

1- کہانی .... مصنف ....

نام .... ولدیت ....

گھر کا مکمل پتہ ....

فون نمبر ....

- ہر سلسلے کیلئے الگ الگ کوپن پُر کرنا اور ہر کوپن میں نام و مکمل پتہ لکھنا ضروری ہے۔ • کوپن کاٹ کر الگ الگ کر کے بھجوائیں البتہ تمام کوپن ایک ہی لفافے میں بھجوائے جاسکتے ہیں۔
- کوپن ہر ماہ کی 10 تاریخ تک مل جانے چاہئے ورنہ قرعہ اندازی میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔ • جوابات کیلئے کوپن پر جگہ کم ہو تو الگ صفحہ استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن کوپن ہمراہ بھجوانا ضروری ہے۔





صفحہ بتایئے انعام پایئے

رومیسہ یامین (بہاولنگر)، محمد عمیر (روہیلانوالی)، عنزہ حیات (کوٹ ادو)، عائشہ امجد (الہ آباد)، محمد ارشد (روہیلانوالی)، عبدالعلی (بہاولنگر)، عظیم ڈوگر (ملتان)، درعدن (لاہور)، نسیم حجازی (روہیلانوالی)، محمد احمد رضا انصاری (کوٹ ادو)، محمد بلال منشا (لاہور)، رابعہ بصری (کوٹ ادو)، ہشام شکیل (باغ، آزاد کشمیر)، حمزہ یعقوب ساگر (روہیلانوالی)، سفیان جبار (روہیلانوالی)، عبدالرافع (کوٹ ادو)، محمد فضل خالد (حافظ آباد)، محمد ذیشان (جنڈ، اٹک)، مہرین منیر (جڑانوالہ)، سیدہ انفال شاہ (سرائے نورنگ، لکی مروت)، انیقہ احسان (سیالکوٹ)، نشاء طارق (دھلے، گوجرانوالہ)، محمد سلمان فرید (محمدی شریف)، صفیہ بی بی (جہلم کینٹ)، محمد عاتش رضا (لاہور)، انعم مدثر (سیالکوٹ)، بیقہ شعیب (لاہور)، رافع جاوید (بورے والا)

انعامات کی برسات

صفحہ بتایئے

1۔ مہرین منیر..... جڑانوالہ
2۔ محمد فضیل خالد..... حافظ آباد
3۔ عائشہ امجد..... الہ آباد، چونیاں
4۔ رومیسہ یامین..... بہاولنگر
5۔ درعدن..... لاہور

صفحہ بتایئے۔ درست جوابات

(i) 7 (ii) 36 (iii) 40
(iv) 72 (v) 41

دارالسلام کوئز

1۔ عمران حفیظ..... شکارپور، سندھ
2۔ سعدیہ عمران..... منڈی بہاؤالدین
3۔ شاہد نواز..... کوٹ ادو
4۔ عبدالصمد..... باغ، آزاد کشمیر
5۔ عائشہ مبارک..... کوئٹہ

دارالسلام کوئز۔ درست جوابات

(i) 3 (ii) عبس اور ذبیان کے درمیان (iii) 579ء (iv) 10 مقامات پر (v) شیخ سعدی

زبردست جملہ

1۔ حافظ عثمان عارف..... لاہور
میں بڑا ہو کر پاکستان کو صحیح معنوں میں قائداعظم کا پاکستان بناؤں گا۔
2۔ صفیہ بی بی..... جہلم کینٹ
پاکستان کے مستقبل کا معمار خوبصورت شہزادہ یومِ آزادی کی مبارکباد دے رہا ہے
3۔ ایشع طارق..... دھلے، گوجرانوالہ
ہاتھ میں جھنڈا ہے مگر سوچوں میں گم ہوں ارضِ پاک کے لئے کیا کروں کہ بلند اس کا نام ہو
4۔ آمنہ کنیز فاطمہ..... سلانوالی، سرگودھا
میری اگلی نظر ستاروں پر
میں ہوں پاکستان کے سہاروں پر
5۔ مرزا اسفار بیگ..... حیدرآباد
ہم زندہ قوم ہیں پائندہ قوم ہیں
ہم سب کی ہے پہچان، ہم سب کا پاکستان

تین بہترین کہانیاں

اول۔ کہانی۔ "تحفہ"۔ لکھاری۔ نذیر انبالوی
دوم۔ کہانی۔ "آیت الکرسی کا انعام"۔ لکھاری۔ ناصر محمود وڑائچ
سوم۔ کہانی۔ "نئے موسم کی سحر"۔ لکھاری۔ سدرہ محمود خان

کوئز کی دنیا

1۔ الیاس اقبال..... نارووال
2۔ صائمہ اشرف..... میانوالی
3۔ قراۃ العین..... مستونگ
4۔ ندیم شیخ..... پشاور
5۔ انور بیگ..... کراچی

کوئز کی دنیا اگست 2014ء کے درست جوابات

(i) 22 مارچ 1982ء، (ii) 5 گھنٹے، (iii) انڈونیشیا، (iv) البسطونی، (v) 24 اپریل 1990ء



اگست 2014ء میں شائع ہونے والے زبردست جملہ کی تصویر

مقابلے میں حصہ لینے والے تمام لکھاری اپنی تحریروں کے شروع میں واضح طور پر مقابلے کا نام لکھا کریں اور تحریر کے آخر میں مکمل نام، ولدیت، پتہ لکھا کریں فون نمبر لکھنا چاہیں تو وہ بھی لکھ دیں۔

اس ماہ کے جملے

دفاعی شعبے میں مکمل خودکفالت کی منزل حاصل کر لی گئی ہے۔
دن کتنے گئے ہیں بیت
دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ کر
میری آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں
دلوں میں ایمان تھا اور وہ محبِ وطن تھا

کوئز کی دنیا

1۔ شہنشاہ اکبر کے اتالیق کا نام کیا تھا؟
2۔ محمد بن قاسم کے حملے کے وقت سندھ کا راجہ کون تھا؟
3۔ معروف سپہ سالار طارق بن زیاد کس کا غلام تھا؟
4۔ ملکہ نور جہاں کے والد کا نام کیا تھا؟
5۔ جب محمد بن قاسم نے دیبل پر حملہ کیا تو یہ شہر کس مذہب کا مرکز تھا؟

اس ماہ کے جملے

جو پانچ جملے دیئے گئے ہیں وہ "پھول" کے مختلف صفحات پر موجود ہیں وہ پانچ جملے تلاش کریں اور پھول میں موجود کوپن پر ان صفحات کے نمبر لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوا دیں۔

زبردست جملہ

آخری صفحے پر شائع کی گئی تصویر کے حوالے سے زبردست جملہ "پھول" میں موجود کاپن پر لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوا دیں اور انعام پائیں۔

قوم کے نام پیغام

انتخاب: شیخ فضل الرحمٰن

اے میری قوم، جان لو، جان لو کہ فطرت کبھی نہیں بدلتی۔ سکھ، ہندو کبھی بھی ہمارے دوست نہیں بن سکتے۔ وہ بغل میں چھری اور منہ سے رام رام کرتے ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت کیا کچھ نہیں کیا انہوں نے۔ گاؤں کو آگ لگا دینا۔ شیر خوار بچوں کو نیزے پر پرو دینا۔ خواتین کی آبروریزی کرنا۔ یہ سب باتیں، آپ کو باتیں ہی لگ رہی ہوں گی۔ کبھی تصور کرنا کہ یہ سب تمہارے سامنے ہو رہا ہے۔ پھر تمہیں اندازہ ہو گا۔ آج آپ Honey Yingh کو اپنا سپر سٹار سمجھ کر اس کے گانے سنتے ہیں۔ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ کیا بھول گئے وہ سب کچھ۔ آج کے پاکستان میں جو صورت حال ہے۔ اس کو دیکھ کر مجھے یہ شعر یاد آ جاتا ہے۔

ابھی تک پاؤں سے چمٹی ہے زنجیر غلامی کی
دن آ جاتا ہے آزادی کا آزادی نہیں آتی

جو قربانیاں دے کر یہ پاکستان حاصل کیا تھا، ہم انہیں بھول گئے ہیں۔ بس یہی معلوم ہے کہ قائداعظمؒ نے پاکستان بنایا تھا۔ نئی نسل کو تو خصوصاً ان باتوں کا علم نہیں۔ اپنے آباؤاجداد کی تاریخ پوچھیں، نہیں پتہ ہوگی، اگر فیس بک اکاؤنٹ یا کوئی گانا پوچھیں گے تو فوراً بتا دیں گے۔ پتہ نہیں کہ ہمارے ضمیر کب جاگیں گے۔

کس عہد میں اترے گی ضمیروں میں خدایا
کرتی ہے ضمیروں میں جو اک حشر بپا سوچ

اب اللہ ہی وارث ہے ہمارا۔ اور جو بھی طلباء غیر ملک پڑھ رہے ہیں انہیں بھی یہی ترغیب دی جا رہی ہے کہ مشترکہ سسٹم اچھا تھا۔ آزادی حاصل کر کے ہم نے بے وقوفی کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو پھر خود بتائیں کہ کیا ہوگا۔ آپ سکول کے کسی بچے سے پوچھیں کہ کیا اس نے تاریخ اسلام پڑھی ہے۔ اس کا جواب ہو گا کہ نہیں مگر آپ پوچھیں تو کہے گا کہ میں فلاں فلم دیکھی ہے۔ جب ہمیں اپنا ورثہ معلوم نہیں۔ ہم کیسے جئیں گے۔ قوم کی کشتی ڈگمگاتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ بنگلہ دیش کے بننے کے بعد کشتی کے چپو ہاتھ سے چھٹ گئے۔ اب جدھر دریا لے کر جا رہا ہے کشتی ادھر ہی جا رہی ہے۔ ہم نے خود کو اب حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ آخر کیوں؟ آپ کے ماں باپ آپ کو ٹارزن، عمرو عیار کی کہانیاں لا دیں گے مگر کبھی کشمیر کے موضوع پر لکھی کتاب نہ لا کر دیں گے۔ آپ اے حمید کی کشمیر کے شاہین کی مکمل سیریز پڑھیں۔ آپ کو اندازہ ہو گا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ تقسیم ہند کے بارے میں نسیم حجازی کی لکھی ''خاک اور خون'' پڑھیں۔ میں کہتا ہوں کہ آنسو خود بخود آنکھوں سے نکل آئیں گے۔ کاش! کاش ہماری قوم سنور جاتی۔ کاش ہم سیدھے راستے پر چل نکلیں۔ ہر شخص یہی سوچتا کہ صرف میرے ٹھیک ہونے سے کیا ہوگا۔ اگر ایک شخص درست ہوگا تو معاشرہ بھی اس کی دیکھا دیکھی درست ہوگا مگر ہماری بدقسمتی کہ ہم ایسا نہیں کرتے۔ یقین کریں کہ لکھتے وقت قلم بھی ساتھ چھوڑ دیتا تھا۔ بس آپ سے گزارش ہے کہ ملک کے لیے کچھ کرو۔ ان ہندو، سکھوں کو کبھی اپنا دوست نہ سمجھنا، ان کا مکمل بائیکاٹ کرو، تب ہی تبدیلی ممکن ہے ورنہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

THAT IS WHY!!!

We Leave Our Home
and,
Observe This Shock
Because,
We Have To Fight
and,
We Have To Secure
to
Our Country and Nation
Therefore,
We Never Mind This Departure
and,
Neither Our Parents Do So
Because,
This Sacrification Deals With
Respect,
Of Many Mothers, Sisters and
daughters

Iftikhar Aagiz-Kundian



چاند

اور دوسرے چاند کی روشنی مزید بڑھ گئی تھی......

سیدہ نرجس فاطمہ

نومبر کی خوشگوار رات، شفاف چاندنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ گھر میں لگے خوبصورت گلابوں کی مہک فضا میں رچ بس چکی تھی۔ باہر صحن میں آٹھ سالہ مریم اپنے پانچ سالہ بھائی شاذل کو جھولا جھلاتے ہوئے گنگنا رہی تھی:

بوجھو تو جانیں، بوجھو تو جانیں
تمہیں پہچانیں، تمہیں پہچانیں
پرستاں سے آئی پری
گاتی ہوئی گیت
دو چاند ہیں اِدھر اُدھر
نام بتاؤ تو جیت

اس کی خاموشی اور پُرسوچ نگاہیں دیکھ کر وہ پھر شرارت بھرے انداز میں گویا ہوئی

دن کتنے گئے ہیں بیت
تم نہ جانو، تم نہ سمجھو

اچانک ہی وہ مسکرایا اور بول اٹھا: اچھا آپی بتاتا ہوں، بتاتا ہوں پھر آسمان پر چمکتے چاند کی طرف اشارہ کیا: ”یہ رہا پہلا چاند“

”اور دوسرا؟“

”آپی دوسرا یہ!“ یہ کہتے ہوئے اس نے انگلی اپنے پھولے ہوئے رخسار میں چبھو دی۔

”صحیح، بالکل صحیح! آپی کی جان، ایک آسمان پر اور دوسرا میرا شاذو“ ۔مریم نے پیار بھرے انداز سے اسے بازوؤں میں بھرلیا۔ پاس ہی لالٹین کی روشنی میں گل رعنا بیگم شاذل کا سویٹر بنتے ہوئے سلائیوں پر تیزی سے ہاتھ چلا رہی تھیں اور ساتھ ہی اپنے بچوں کی حرکات سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

☆☆☆

”بابا! ہم کو نہیں پتا ہم کو تو بس فوجیوں والا پیکٹ چاہیے“ ننھے شاذل نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مٹکا کر کہا۔ وہی مخصوص انداز، وہی پیار بھری باتیں اور لاڈلا پن۔

”مگر ہم کو تو پتا ہے کہ ہم کو تو صرف شاذو چاہیے“ مریم نے پیار سے پچکارتے ہوئے اس کی نقل اتاری تو وہ منہ بسور کر رہ گیا۔

بابا مخصوص انداز میں مسکرائے اور اخبار سے نظریں ہٹا کر بولے: ”اچھا بابا! تمہارے چاچو کو انگلستان تار بھیج چکا ہوں، آتے ہوئے لے آئیں گے۔“

جب کھلونا آرمی آئی اور شاذل نے فوجیوں کی پوزیشنز سیٹ کیں تو مریم صفوں کی یہ آرائش دیکھ کر حیران رہ گئی۔

☆☆☆

یکم ستمبر 1965ء

مریم سکندر اپنے بھائی کو فخر بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ وردی سجائے کتنا خوبصورت لگ رہا تھا نا! سب بہت خوش تھے امی، بابا اور خوش کیسے نہ ہوتے شاذل کی دیرینہ خواہش جو پوری ہو گئی تھی، اسے فوج میں کمیشن مل چکا تھا۔ اس نے مسکراہٹ کے ساتھ بابا کو سیلوٹ کیا۔ انہوں نے پیار سے سر پر ہاتھ پھیرا، کھلونا آرمی منگوانے والا خود آرمی کا حصہ جو بن گیا تھا۔ پھر امی کو سلام کیا اور ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ پھر اپنی پیاری آپی کی طرف مڑا۔ بہن بھائی کا پیار تو تھا ہی لاجواب، خاندان بھر میں ان کی مثالیں دی جاتیں۔ آپ کو جھک کر سلام کیا، بہن نے سر پر ہاتھ پھیرا مگر پھر جاتے جاتے رکا اور بولا۔

"آپی! اگر کبھی تنہا چاند کو دیکھنا پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے نا!" وہ تو چلا گیا مگر مریم سکندر حیرت زدہ سی ذہن میں اس کے جملوں کو دہرانے لگی۔ وہ سوال کر رہا تھا یا سمجھا رہا تھا! وہ سمجھ نہ سکی۔

☆☆☆

8 ستمبر 1965ء

شاذل کی کمپنی واہگہ اٹاری سیکٹر پر متعین تھی۔ دشمن نے شب خون مارا تھا۔ اس کی نفری بھاری اور ہتھیار جدید تھے مگر ادھر پاک فوج جذبہ ایمانی سے بھرپور تھی۔ فضائیہ نے دشمن کے 22 طیارے مار گرائے تھے۔ دشمن کی طرف سے مسلسل آگ برسائی جا رہی تھی۔ شاذل بھی اپنی پوزیشن سیٹ کیے دشمن پر آگ برسا رہا تھا۔ وہ کیپٹن تھا اور اپنی کمپنی کی ایک پلاٹون کی کمان کر رہا تھا۔ وائرلیس سے اس کا رابطہ میجر اور کمپنی کمانڈر سے برقرار تھا اور مسلسل وہاں سے احکامات آ رہے تھے۔ دشمن 8 ستمبر کی ساری رات مسلسل گولہ باری کرتا رہا۔ مشین گنوں، مارٹروں اور دستی بموں کی مدد سے زبردست آگ برسائی جا رہی تھی مگر شاذل کی کمپنی جذبہ ایمانی میں سلگتی ہوئی لڑاکا گشتی دستوں کا بھرپور جواب دے رہی تھی۔

☆☆☆

10 ستمبر 1965ء

شاذل بہت تھک چکا تھا، کافی زخم بھی آئے تھے۔ کمپنی کمانڈر نے کہا کہ اندر جا کر آرام کر لے۔ جواب آیا:

زمیں پر ہی سو جاتے ہیں بندوق کو سرہانہ بنا کر
نرم بستر ضروری تو نہیں وطن کے رکھوالوں کے لیے

وہ گھنٹوں سے مسلسل لڑ رہا تھا، اس کا بہت سا خون بہہ چکا تھا۔ بدن زخموں سے چور تھا۔ اس نے لڑائی کی مگر ایسی کہ جس کا جواب نہیں، اس کی پلاٹون نے دشمن کو ایک انچ بھی آگے نہ بڑھنے دیا مگر اس کا حساب انہیں بہت سخت دینا پڑا تھا۔ ان کی آدھی سے زیادہ پلاٹون شہید ہو چکی تھی اور جو باقی تھے زخموں سے چور پڑے کراہ رہے تھے۔ شاذل کی دلیری بھی زخموں کی وجہ سے ماند پڑ رہی تھی۔ ایک گولی اس کی ٹانگ میں لگی اور وہ گر پڑا۔ اپنے مقابل دشمن کے میدان میں اب بکھری تھیں لاشیں، بس دشمن کے دو ٹینک بچے تھے جو انہی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اس نے دھندلائی نظروں سے اس طرف دیکھا، ٹینک آگے بڑھتے چلے آ رہے تھے اور پھر وہ ان کی سرزمین کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے بے بسی سے اس طرف دیکھتے ہوئے اٹھنے کی ناکام کوشش کی اور اسی کوشش میں وہ گر پڑا۔ دشمن پیچھے سے مزید کمک منگوا رہا تھا۔ اس نے بھی وائرلیس سے پیچھے مطلع کر دیا تھا اور اس کی مدد کے لیے بھی کمک بھیجی جا رہی تھی۔ "ایک بار اگر وہ ٹینک آگے بڑھ آئے تو اس طرف والے حصے پر ان کا قبضہ ہو جائے گا یعنی ان کی محنت ضائع...... نہیں، نہیں" اس نے یکبارگی سوچا۔

اتنے میں ایک سپاہی احمد اپنے جسم کو گھسیٹتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ "سر! ہمیں کچھ کرنا ہوگا"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے گولہ بارود کے دو پیک اس کے آگے کر دیے۔

"مثلاً، کیا؟" استفہامیہ اور لڑکھڑاہٹ بھرے لہجے میں اس نے پوچھا تھا۔ "وہ یہ کہ بارود جسموں سے باندھ کر دشمن کے ٹینکوں کے آگے لیٹ کر انہیں تباہ کیا جا سکتا ہے"۔

"زبردست! زبردست میرے دوست!!" اس کی پرسوچ نگاہوں میں چمک ابھر آئی۔ پھر اسلحہ جسموں سے باندھ کر انہوں نے کہنیوں کے بل ٹینکوں کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ شاذل شدید زخمی ہو چکا تھا اور جسم سے نکلنے والے خون کے دائرے بڑھتے جا رہے تھے مگر جذبہ ایمانی اس میں اک نئی روح پھونک رہا تھا۔ ٹینک ان کی سرزمین سے چند فرلانگ کے فاصلے پر رہ گئے تھے۔ احمد اور وہ اپنے جسموں کو گھسیٹتے ہوئے ٹینکوں کی طرف بڑھ رہے تھے اور ساتھ ہی جسموں سے خون کی لکیریں کھنچتی چلی جا رہی تھیں۔ پھر وہ ٹینکوں کے راستے پر ذرا ذرا سے فاصلے پر لیٹ گئے۔ ٹینک قریب ہوتے جا رہے تھے۔ قریب سے قریب تر...... خون اس کی آنکھوں میں بہہ رہا تھا۔ آخری منظر جو اس نے زمین پر دیکھا کہ کہیں دور سے ان کی فوج آ رہی تھی۔ ہر طرف سبزہ تھا، پھول تھے اور درمیان میں ایک شاندار تخت......

اے پتر ہٹاں تے نئیں وکدے

اس نے کلمہ پڑھتے ہوئے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں، اس کی قربانی جو امر ہونے جا رہی تھی۔ اگلے ہی لمحے فضا نے دو دھماکے سنے اور دشمن کے دو ٹینک تباہ ہو گئے۔

قسم ہے ہمیں اپنے تازہ لہو کی
قسم زندگی کی، قسم آبرو کی
گھر اپنا کسی کو جلانے نہ دیں گے
وطن پہ کبھی آنچ آنے نہ دیں گے

☆☆☆

24 ستمبر 1965ء

کل جنگ ستمبر کا اختتام پاکستان کی فتح اور شاندار دفاع کے ساتھ ہوا تھا۔ مریم سکندر اخبار کھولے وطن کے سپوتوں کے کارنامے دیکھ رہی تھی جن میں اس کا "چاند" بھی مسکرا رہا تھا۔ اسے "تمغہ شجاعت" ملا تھا۔ اس نے گھر والوں کو کتنے بڑے رتبے سے نوازا تھا۔ شہید کا باپ، شہید کی ماں، شہید کی بہن۔ آنسو تھے کہ بہے جا رہے تھے۔ شاید اس کے سرخرو ہونے پر خوشی کے تھے یا بہن کے دل کا غم......

میری شام کا ایک رنگ، ہاں چلا گیا تیرے سنگ سنگ
یہاں رہ گئے تیرے منتظر یہ اجاڑ اجاڑ بام و در

☆☆☆

نومبر 1965ء

وہ لان میں کھڑی آسمان پر دیکھ رہی تھی۔ نومبر کا مہینہ، جگمگاتا آسماں، ہر سو پھیلی چاندنی......! اسے لگا جیسے فضا میں خاک و خون کی مہک پھیل رہی ہو۔ کہیں دور سے ایک ہلکی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"آپی اگر کبھی تنہا چاند کو دیکھنا پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے نا!"۔

"نہیں شاذو! آج تنہا چاند کو نہیں دیکھ رہی، ایک اور چاند بھی ہے جو اب بظاہر نظر نہ آئے مگر روشنی آسمان پر جگمگاتے چاند سے بھی زیادہ دے گیا ہے اور بدستور جگمگا رہا ہے۔"

☆☆☆

دسمبر 2012ء

"دیکھو شاذو! دسمبر کتنا اداس ہے، تمہاری آپی بھی اب تمہارے پاس آ رہی ہے، اپنے شاذو کے پاس! خزاں کا موسم گزر گیا، کتنے ہی پتے گرے اور شاید میری زندگی کا بھی...... تمہارے بعد میں نے تمہارے مشن کو مرنے نہیں دیا۔ کا عرصہ بیت چکا، اب تو ڈاکٹر بھی جواب دے چکے، زندگی دھیرے سے سرک گئی اور زندگی میں دو چاند جگمگاتے رہے۔ آج بھی ایک چاند کی تصویر میرے کمرے میں ہے، بہار کے پھول ہوں یا خزاں رسیدہ پتے سب ہنستے مسکراتے تصویر سے ٹکراتے ہیں تو تصویر بھی مسکرا دیتی ہے۔ تمہیں بتا دوں کہ وطن بہت پرآشوب حالات سے گزر رہا ہے مگر میں پرامید ہوں نئی نسل بہت ذہین اور محنتی ہے بالکل تمہاری طرح! پاکستان کا مستقبل بہت روشن ہے کیونکہ شہیدوں کا لہو کبھی رائیگاں تو نہیں جاتا نا!

رنگ لائے گا، شہیدوں کا لہو۔

☆☆☆





سائنس کی دنیا

انجینئر ساجد انور ملک

''انجمن برائے تعلیم لاہور'' کے تعاون سے اس سلسلے میں قارئین کو سائنس کے متعلق معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ اور اہم سوالات کے جوابات ''پھول'' میں شائع بھی کئے جاتے ہیں تاکہ دوسرے پڑھنے والے بھی مستفید ہو سکیں۔ دلچسپ اور اہم سوال کرنے والے ساتھیوں کو بالترتیب 200,300,500 روپے کی کتب انعام میں بھجوائی جاتی ہیں۔ سوال بھجوانے والوں کو جواب انفرادی طور پر بذریعہ ڈاک بھی ارسال کئے جاتے ہیں۔ سوالات ماہنامہ ''پھول'' کے پتے پر بھجوائیں، ہمراہ کوپن آنا ضروری ہے۔

آمنہ شاہد......نارووال

سوال: Ions کیا ہوتے ہیں؟

جواب: Ion ایک ایسا ایٹم یا مالیکیول ہوتا ہے، جس میں الیکٹرونز کی مجموعی تعداد پروٹونز کی مجموعی تعداد کے برابر نہیں ہوتی جس کی وجہ سے Atom یا تو ve- یا ve+ ہوتا ہے۔ اگر الیکٹرونز کی مجموعی تعداد زیادہ ہے تو منفی چارج (ve-) ہوگا۔ اگر پروٹونز کی مجموعی تعداد زیادہ ہے تو (ve+) مثبت الیکٹریکل چارج ہوگا۔ Ions طبعی یا کیمیائی دونوں طریقوں سے تخلیق کیے جاسکتے ہیں۔ کیمیائی حساب سے اگر ایک Neutral ایٹم ایک یا ایک سے زیادہ الیکٹرونز کھو دیتا ہے، تو وہ مثبت چارج کا حامل Ion بن جاتا ہے اور اُسے Cation کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک ایٹم ایک یا ایک سے زیادہ الیکٹرونز حاصل کر لیتا ہے تو اُسے (anion) کہا جاتا ہے۔ ایک Ion جو ایک atom پر مشتمل ہوتا ہے، اُسے Monoatomic atomic کہا جاتا ہے جبکہ دو یا دو سے زیادہ ایٹموں پر مشتمل آئن (Ion) کو مالیکولر یا polyatomic ion کہا جاتا ہے۔ کسی واسطے کی طبیعاتی ionisation جیسا کہ گیس کیلئے طریقہ ion impact استعمال ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں ionpairs بن جاتے ہیں اور ہر ionpair میں ایک فری الیکٹرون اور ایک مثبت (ve+) آئن ہوتا ہے۔

1834ء میں مائیکل فیراڈے (Michael Faraday) نے Electrolysis کے عمل کے دوران یہ دریافت کیا کہ Electrodes پر دو دھاتیں جمع ہو جاتی ہیں جو کہ محلول میں ہوتی ہیں۔

برقیروں (Electrodes) کے مثبت اور منفی ہونے کے سبب اُن پر آنے والے ions کو anode اور Cathode کے حوالے سے anions اور Eations کا نام دیا گیا۔ یہ عمل Electroplating کے عمل کی بنیاد ہے۔ ions کا الیکٹریکل چارج اُن کو مخالف چارج کے برقیرے کی طرف لے جاتا ہے، اس طرح اُس برقیرے (Electrode) پر Ion جمع ہو جاتے ہیں۔

سید ذیشان شاہد......کوٹ چھٹہ

سوال: ایسبسٹس (Asbestos) کیا ہے؟ اسے آگ کیوں نہیں لگتی؟

جواب: چھ مختلف قسم کی معدنیات کو (Asbestos) ایسبسٹس درجہ بند کیا گیا ہے۔ اس میں Serpentine اور amphibole کلاس کی معدنیات شامل ہیں۔ Serpentine کلاس کی معدنیات میں سے صرف (Chrysolite) ہی Asbestos میں شامل ہے۔ یہ گھنگریالی معدن ہے۔ Chrysotile کی چٹانیں ساری دنیا میں واقع ہیں۔

اس کا کیمیائی فارمولا Mg3 (Si2 O5)(OH) ہے۔ خوردبین سے معائنہ کرتے ہوئے اسے سفید رنگ کے ریشہ کی شکل میں دیکھا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ استعمال اس کا ہی ہوا ہے۔ یہ amphibole کلاس سے تعلق رکھنے والے ایسبسٹس سے زیادہ لچکدار ہوتا ہے اور اس کو کات کر کپڑا بھی بنا جاسکتا ہے اس کا زیادہ استعمال ایسبسٹس سیمنٹ شیٹس کی شکل میں ہوتا ہے؟ یہ شیٹس لہریا شکل میں زیادہ بنائی جاتی ہیں اور چھتوں کیلئے استعمال ہوتی ہیں۔ گوداموں اور گیراجوں کی چھتوں میں عام طور پر کھلے آسمان کے نیچے واقع بیرون خانہ عمارتوں میں خصوصی طور پر مستعمل ہیں۔ اس قسم کے ایس بس ٹس (Asbests) کا استعمال عمارتوں کے جوڑوں میں استعمال ہونے والے مرکبات، پلستروں، گاڑیوں کی بریک لائننگ، میوز بکس میں آگ سے بچاؤ کیلئے لگائی گئی تہہ، پائپوں کی انسولیشن (Insulation)، فرشی ٹائلز اور اونچے درجہ حرارت والے آلات کی گاسکٹوں (Gaskets) میں عام طور پر ہوتا ہے۔



ایسبسٹس قدرتی طور پر ملنے والے سیلیکیٹ معدنیات میں شامل ہیں۔ اس کا فائبر کی شکل میں ہونا اور انتہائی حرارت کی برداشت نے اسے 1900ء سے لے کر 2000ء تک ایک صنعتی پیداواری میٹریل بنائے رکھا لیکن 1906ء سے لے کر 1990ء تک بہت سے ملکوں میں اس سے ہونے والے انسانی صحت کے نقصان جس میں کینسر (پھیپھڑوں کا) خصوصی طور پر نمایاں ہوا اور 2010ء تک بہت سے ملکوں میں اس کا استعمال قانونی طور پر بند کر دیا گیا۔ Asbetos فیکٹریوں میں کام کرنیوالوں کی 10 سے 15 سال کے عرصہ میں اموات نے عوام کے شعور کو بیدار کیا اور اس میٹریل کا استعمال کم ہوتے ہوتے اب تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔

محمد راشد منشاء......لاہور

سوال: تھرمامیٹر کے موجد کا نام کیا ہے؟ اور یہ انسانی درجہ حرارت کیسے معلوم کرتا ہے؟

جواب: Thermometer تھرمامیٹر کوئی کسی ایک موجد کے نام خاص نہیں کہا جاسکتا کیونکہ تھرمامیٹر کے پیچھے کام کرنے والے اصول کا بہت سے سائنسدانوں کو علم تھا اور اُسے وہ مختلف طریقوں سے استعمال کرتے رہے اور اس کی مختلف قسم کی شکلیں وجود میں آتی رہیں۔ تھرمامیٹر کی ترقی میں جن سائنسدانوں نے خصوصی کام کیا اُن کے ناموں میں درج ذیل نام شامل ہیں۔

Cornelis Drebbel, Robert Fludd, Galileo Galilei Santorio Santorio

بازنطینی شخص بنام Philo اور سکندریہ کے Hero کو اس بات کا علم تھا کہ کچھ خاص حادثے خصوصاً ہوا سکڑتے اور پھیلتے ہیں۔ ایک نالی میں جزوی طور پر ہوا بھر کر پانی کے برتن میں الٹا کر ہوا کے سکڑنے اور پھیلنے کا درجہ حرارت کے ساتھ مظاہرہ بھی کیا گیا۔ اس کو ThermoScope کا نام دیا گیا۔ باور کیا جاتا ہے کہ Galileo Galilei اس چیز کا موجد تھا۔ Thermoscope اور Thermometer میں فریق درجہ بندی یعنی Scale کا تھا۔

پہلا اندراج کرنے والا تھرمومیٹر 1782ء میں James Six نے بنایا۔ جس میں زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت یا کم سے کم درجہ حرارت کو ریکارڈ کرنے کی صلاحیت تھی جسے استعمال کے بعد جھٹک کر دوبارہ سے نئی Reading کیلئے تیار کیا جاتا تھا۔ آج کل Digital تھرمومیٹر بھی خاصے استعمال کئے جاتے ہیں۔ جن میں الیکٹرونک سرکٹ استعمال کر کے آسانی سے پڑھنے والی سکرین پر Reading لائی جاتی ہے۔

تھرمومیٹر کا استعمال انسانی جسم کے درجہ حرارت کا ماپنے کیلئے ایک منتخب Range کا بنایا گیا ہے جو کہ تقریباً 75 سے 110 ڈگری فارن ہائیٹ کے درمیان درجہ حرارت کو ماپتا ہے۔ یہ پارہ کا شیشہ کی باریک نالی میں پھیلنے کے اصول پر بنا ہے۔ شیشے کی نالی ایک سرے پر گے بلب میں پارے کی مناسب مقدار ڈال کر ہوا نکال کر سیل کی جاتی ہے؟ بلب کو جسم کے ساتھ ایک منٹ کے قریب لگا کر پارے کے پھیلاؤ کو دیکھتے ہوئے Scale سے درجہ حرارت معلوم کر لیا جاتا ہے؟ Digital تھرمامیٹر میں حرارت کو ایک الیکٹرونک سنسر سے معلوم کر کے سرکٹ کی مدد سے ریڈنگ لے لی جاتی ہے۔







ستمبر میں پیدا ہونے والی چند مشہور شخصیات

نام	پیشہ	تاریخ پیدائش
فاطمہ ثریا بجیا	ناول نگار	1 ستمبر
جنید جمشید	سماجی کارکن، نعت خواں	3 ستمبر
میاں حمزہ شہباز شریف	سیاستدان	5 ستمبر
اعزاز چیمہ	کرکٹر	5 ستمبر
سعید انور	کرکٹر	6 ستمبر
انور مقصود	ڈرامہ نگار	7 ستمبر
ذکاء اشرف	سابق چیئرمین کرکٹ بورڈ	9 ستمبر
محمد اکرم	کرکٹر، سابق کوچ	10 ستمبر
ابصار عبدالعلی	دانشور، براڈکاسٹر، صحافی	11 ستمبر
راحت علی	کرکٹر	12 ستمبر
عامر سہیل	کرکٹر	14 ستمبر
عبدالقادر	کرکٹر	15 ستمبر
ثمر مبارک مند	ایٹمی سائنسدان	17 ستمبر
الطاف حسین	چیئرمین سیاسی جماعت	17 ستمبر
بلاول بھٹی	کرکٹر	17 ستمبر
آفتاب اقبال	صحافی	19 ستمبر
اعجاز احمد	کرکٹر	20 ستمبر
بلاول بھٹو زرداری	سیاستدان	21 ستمبر
معین خان	کرکٹر	23 ستمبر
میاں محمد شہباز شریف	وزیر اعلیٰ پنجاب	23 ستمبر
اسد امانت علی خان	گلوکار	25 ستمبر
اعتزاز احسن	وکیل	27 ستمبر
عائشہ خان	اداکارہ	27 ستمبر
احسن اقبال	سیاستدان	28 ستمبر
جواد احمد	گلوکار	29 ستمبر



اس کے بیٹے نے فرض کفایہ ادا کر دیا تھا۔

یہ وطن تمہارا ہے تم ہو پاسباں اس کے

عائشہ جمشید

"یا اللہ تیرا شکر" ان الفاظ کے ساتھ ہی عبداللہ روتے ہوئے سجدے میں گر گیا۔

آج سے قریباً 50 سال پہلے ایک واقعہ نے عبداللہ کی خوشگوار زندگی کا نظام درہم برہم کر دیا تھا۔ یہ اس زمانے کا قصہ ہے جب عبداللہ 25 سال کا خوبرو جوان تھا۔ وہ اپنی بیوی اور ایک بیٹے حمزہ کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار رہا تھا۔

عبداللہ کے والدین وفات پا چکے تھے مگر ورثے کے طور پر عبداللہ کو اتنی رقم اور جائیداد ملی تھی کہ اسے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ عبداللہ کی شادی کو صرف دو سال کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ ملک کے حالات خراب ہونے لگے تھے اور کچھ ہی دنوں میں مختلف جگہوں پر حملے ہو چکے تھے۔

عبداللہ جس علاقے کا رہائشی تھا وہاں درمیانے طبقے کے لوگ رہائش پذیر تھے۔ حملوں میں اس علاقے کے چند لوگ اور اُن کے بچے بھی زخمی ہوئے تھے۔ انہی زخمی بچوں میں سے ایک بچے ارسلان کا باپ عبداللہ سے مدد مانگنے آیا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس علاقے میں واحد عبداللہ ہی ہے جو اُن کی مدد کر سکتا ہے۔

عبداللہ نے اس کی مدد کرنے سے یہ کہتے ہوئے صاف انکار کر دیا کہ یہ دولت بے کار لٹانے کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی میرے پاس اتنا وقت ہے کہ دوسروں کے بچوں پر ضائع کروں۔ عبداللہ کا خیال تھا کہ جس طرح اس کے والدین کی دولت اور جائیداد اس کے نام ہوئی اسی طرح عبداللہ کی جائیداد پر بھی صرف اس کے بیٹے حمزہ کا حق ہے۔

لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے اور جس مال میں سے غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد نہ کی جائے اس مال میں سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ عبداللہ سے صاف انکار سننے کے بعد ارسلان کے والد وہاں سے واپس چلے گئے۔ مدد نہ ملنے کی وجہ سے زخمی ارسلان یہ دنیا چھوڑ گیا۔ ارسلان کی وفات کی خبر عبداللہ اور اس کی بیوی کو بھی ملی۔ عبداللہ کی بیوی نسیم نیک دل عورت تھی اس نے جب یہ سنا کہ اس کے شوہر کے مدد سے انکار کی وجہ سے ارسلان کا علاج نہیں ہو سکا تو اسے بے حد دکھ پہنچا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ عبداللہ کے ساتھ نہیں رہے گی اور اسے اس غلطی کا سبق دے گی۔ نسیم اپنے بیٹے کو لے کر واپس اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ جاتے ہوئے اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ:

اس ملک نے ہمیں اتنا کچھ دیا ہے ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے اگر ہم لوگ آپس میں ہی ایک دوسرے کی مدد نہیں کریں گے تو ہم کمزور ہو جائیں گے اور دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے تو جب ملک ہی نہیں رہے گا تو یہ دولت اور جائیداد بھی نہیں رہے گی۔ بیوی کی باتوں نے عبداللہ پر بہت اثر کیا لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی نسیم گھر چھوڑ کر جا چکی تھی۔

بیوی کے جانے کے بعد عبداللہ تنہا رہ گیا تھا۔ محلے والوں نے بھی اس سے کوئی تعلق نہ رکھا تو عبداللہ نے والدین سے وراثت میں ملنے والا گھر بیچ دیا اور اس سے ملنے والی رقم ایک خیراتی ادارے کو دے دی۔ اس نے ارسلان کے ماں باپ سے بھی معافی مانگی لیکن اس ملک کے لئے کچھ کرنے کی آگ میں عبداللہ 50 سال سے جل رہا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے اور بیوی کو ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا۔ لیکن آج عبداللہ کی زندگی کا بہت بڑا دن تھا آج اس کی تمام دعائیں قبول ہو چکی تھیں۔

آج اچانک ایک سپاہی عبداللہ کو ڈھونڈتا ہوا اس کے گھر پہنچا اور اس نے عبداللہ کو حمزہ کے فوج میں جانے اور ملک کے لئے جامِ شہادت نوش کرنے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ حمزہ اس سپاہی کا دوست تھا اور اس نے اپنے والد کے لئے یہ پیغام بھی بھیجا تھا کہ ابا جان میری پیاری ماں نے اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے مجھے تمام حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔ میں نے اپنی جان ملک و قوم کے نام کر دی ہے۔ جس سے آپ کی شرمندگی بھی ختم ہو جائے گی۔ آج کے بعد آپ فخر سے اپنے بیٹے کا کارنامہ بیان کر سکتے ہیں اور اپنی باقی زندگی بھی ندامت کے بوجھ سے آزاد ہو کر گزار سکتے ہیں۔

یہ سب سن کر عبداللہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکا اور روتے ہوئے خدا کے حضور جھک گیا۔



ساجدہ حنیف

''امی جان امی جان''

روف روتے ہوئے خواب میں اپنی امی کو آوازیں دے رہا تھا۔

''کیا ہوا بیٹا سو جاؤ''۔

نہیں امی میں نہیں سوؤں گا مجھے ڈر لگ رہا ہے۔خواب میں دیکھ رہا ہوں جیسے ہندوؤں نے ہم پر حملہ کر دیا ہے۔

نہیں بیٹا اب ہم اپنے وطن پاک میں باحفاظت پہنچ گئے ہیں۔

نہیں امی نہیں۔'' پھر اس کی آنکھوں کے سامنے 1947ء کو پاکستان کی سرحد میں داخل ہونے کا منظر گھومنے لگا۔

آخر کار اس کی آرزو پوری ہوگئی

''جاگ اُٹھا ہے سارا وطن''

جب رؤف کے ابو امی اور تین بہن بھائیوں سمیت پاکستان کی پاک سرحد پہ داخل ہوئے۔ کچھ رشتہ دار پھول لے کر آئے۔

رؤف کے ابو نے پھول وصول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا یہ مت دو۔ میں اپنے تمام ساتھیوں کو ہندوؤں کے ہاتھوں شہید ہوتے دیکھ کر آیا ہوں۔ بلکہ مجھے نفل شکرانے ادا کرنے دو۔

پاکستان آ کر بچوں کو سکول میں داخل کروایا گیا۔ بچوں کے ذہنوں پر جنگ نے گہرے اثرات چھوڑ رکھے تھے جن کو گاہے بگاہے دادا دادی کو سناتے اور آب دیدہ ہو جاتے۔

وہ ابھی 1947ء کے واقعات بھول نہیں پائے تھے کہ ازلی دشمن نے ستمبر 1965ء میں پاک سرزمین پر حملہ کرنے کی ٹھانی۔

دشمن نے اپنے آپ کو مکر و فریب کے ذریعے جارحانہ عزائم اور اپنے آپ پر فوجی لحاظ سے طاقت ور کا جنون سوار کر رکھا تھا۔ اس نے 6 ستمبر 1965ء کو رات اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حملہ کر دیا جس کا پاک فضائیہ نے منہ توڑ جواب دیا۔

رؤف کے ابو اپنی فیملی کو لے کر فیصل آباد (لائلپور) آباد ہو چکے تھے۔ روءف کی ایک بہن حنا جو کہ پاکستان بننے کے بعد پیدا ہوئی کو جنگ دیکھنے کا بڑا تجسس تھا۔ ریڈیو پاکستان سے اعلان ہوا دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔

ریڈیو پر ترانہ سنائی دیا۔

اے راہ حق کے شہیدو وفا کی تصویرو
تمہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں

شام کو فوجی بھائیوں کا پروگرام سننے کے لئے لوگ جمع ہو جاتے۔ روف کو یہ تمام جنگ دیکھ کر فوجی بننے اور اپنی جان ملک پر نچھاور کرنے کی خواہش تڑپا رہی تھی۔ اس نے اپنے آپ سے وعدہ کیا کہ ایک دن میں بھی فوج میں جاؤں گا۔

رؤف کے ابا جی کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا ایف ایس سی مکمل کر لو پھر فوج میں جانا۔

روف ہر وقت ریڈیو سنتا جب ہندوستان پاکستان کی جنگ میں تیزی آگئی تو ریڈیو پر ترانہ بجایا جا رہا تھا۔

جاگ اٹھا ہے سارا وطن
ساتھیو مجاہدو

اب تو رؤف کے لئے ایک ایک پل گزارنا مشکل ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ کو تسلی دینے کیلئے پہلے چندہ جمع کیا اور فوجی بھائیوں کے لئے پیکٹ بنا کر بھجوائے پھر ایف ایس سی رزلٹ کا انتظار شروع ہو گیا۔ اچھی پوزیشن لیکر وہ انٹرویو کی تیاری کرنے میں مصروف ہو گیا۔ کال آنے پر اب روف نے تمام ٹسٹ کلیئر کر لئے اور فوج میں بھرتی ہو گیا۔ روءف میں جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا شہادت کا جذبہ۔ اور پھر اس کی آرزو پوری ہوئی اور اسے دہشت گردوں کے خلاف جہاد کا موقع مل گیا۔ وہ بڑی جرأت سے دہشت گردوں کا مقابلہ کر رہا تھا کہ اس کی گاڑی ایک بارودی سرنگ سے گزر گئی۔ زوردار دھماکہ ہوا اور رؤف نے جام شہادت نوش کر لیا۔ یوں وطن پر قربان ہونے اور شہادت حاصل کرنے کی تمنا پوری ہو گئی۔

جب اس کی میت اس کے گھر لائی جا رہی تھی تو ترانہ گونج رہا تھا۔

وطن کی مٹی گواہ رہنا

گرمیوں کی چھٹیوں میں اگر موقع ملے تو پاکستان کے مختلف تاریخی اور تفریحی مقامات کی سیر ضرور کریں۔ دیکھیں کہ آپ کا وطن پاکستان کتنا خوبصورت ہے

پیارا بلتستان اور شہزادی گل خاتون

آخری قسط

پاکستان کی سیر

سلمیٰ اعوان

سب ہنس پڑے تھے۔
اکبر کے ابو روزی خان سے بولے۔ ''تھک جائے تو اسے تم اٹھالینا۔''
''بھابھی جان بچوں کے لیے کچھ چیزیں بھی تیار کر دیں۔ چڑھائی سے بھوک جلدی لگ جاتی ہے اور ہاں اکبر پانی کی بوتلیں بھی بھر لینا۔ پیاس بہت لگے گی۔''
بچے کیسے بے تاب ہو رہے تھے۔ ان کا بس نہ چلتا تھا کہ اُڑ کر قلعے تک پہنچ جائیں۔
اکبر کے دوست بھی ساتھ جانے کے لیے تیار تھے۔ چھوٹی سی ٹوکری میں کھانے پینے کی ڈھیر ساری چیزیں اکبر کی امی نے ڈال دی تھیں۔ پانی کی بوتلیں بچوں نے ہاتھوں میں پکڑی تھیں۔ ضیغم سب سے آگے تھا۔ بچوں نے سلام کیا۔ خدا حافظ کہا اور گھر سے نکل پڑے۔
''ویسے بچو میندوق محل (پھول محل) تو بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔ ہاں قلعہ ضرور ہے مگر اس کی حالت بھی خاصی خراب ہے۔ میرا تو خیال ہے چھوڑو کہیں اور چلتے ہیں۔''
''ارے نہیں چچا ہرگز نہیں۔'' تینوں بچے یک زبان بولے۔
ایک دوسرے کے آگے پیچھے چلتے چلتے وہ لوگ اس پہاڑ کی گود میں پہنچ گئے جس کے اوپر قلعہ کھرپوچو واقع تھا۔ سینکڑوں فٹ اونچا قلعہ تھا اور اسکے نیچے زمین پر دریائے سندھ بہتا تھا۔ دریائے سندھ کا پاٹ یہاں بہت چوڑا تھا۔ انہوں نے سینکڑوں فٹ اونچے قلعے پر چڑھنے سے قبل تھوڑا سا ستانا اور پانی پینا ضروری سمجھا۔
تازہ دم ہو کر وہ ایک دوسرے کے پیچھے پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ ضیغم کو جونہی تھکاوٹ محسوس ہوئی چچا نے اُٹھا لیا۔ راستہ سخت ناہموار تھا لیکن بچوں کا جوش دیکھنے کے قابل تھا۔ پسینہ پسینہ ہو رہے تھے لیکن کیا مجال کہ کسی نے تھکاوٹ کا اظہار کیا۔ ضیغم تھوڑی دیر بعد روزی چچا کی گود سے اُتر کر چڑھنے لگا۔
روزی چچا بتا رہے تھے کہ یہ قلعہ زبردست فوجی اہمیت کا حامل تھا۔ قلعے میں پرانے وقتوں کے راجے رہتے تھے۔ دشمن کی مجال نہیں تھی کہ وہ اس پر نظر ڈالتا کیونکہ شہر فتح کرنے سے ضروری اس قلعے کو فتح کرنا ہوتا تھا۔ جب تک قلعہ فتح نہیں ہوتا تھا اس وقت تک فتح تسلیم نہیں ہوتی تھی۔
وہ لوگ راستے میں کئی جگہ رُکے۔ روزی خان بچوں کے حوصلے پر حیران تھے۔ بچوں نے بہت دھیان اور خیال سے چڑھائی کی۔ شرارتوں سے گریز کیا کیونکہ نیچے دریائے سندھ بہتا تھا اور ذرا سی بے احتیاطی انہیں نیچے گرا سکتی تھی۔
لمبے سفر کے بعد جب وہ قلعے پر پہنچے تو انہوں نے لمبے لمبے سانس لیے۔ کیا پیارا منظر تھا۔ سارا اسکردو ان کے قدموں میں تھا۔ درّہ سدپارہ سامنے نظر آ رہا تھا۔ درخت اور مکان چھوٹے چھوٹے نظر آتے تھے۔
اللہ اس اتنی بلندی پر اتنا بڑا قلعہ کیسے بنایا ہوگا؟ اتنے بڑے بڑے پتھروں کو لانے والے انسان ہوں گے یا جن میرا دل نہیں مانتا کہ اس قلعے کی تعمیر انسانوں نے کی ہوگی۔'' سعدیہ نے کہا۔
قلعہ گو ٹوٹا پھوٹا تھا لیکن تہہ خانے، کمرے، صحن سب اپنے بارے میں بتا رہے تھے کہ انہیں بنانے والے کیسے ہوں گے؟
چچا روزی خان نے سعدیہ کے اس اعتراض کے جواب میں کہا۔
بھئی اس علاقے کے لوگ بہت دلیر اور جری تھے۔ یہاں کا سخت موسم انہیں جفاکش بنا دیتا ہے اور پرانے لوگوں کا تو کہنا ہی کیا۔''
چاچو ہمیں تو کچھ کھلائیے اور پھر کہانی سنائیے۔ قلعہ تو کہانی سننے کے بعد دیکھیں گے۔ روزی خان نے کپڑا بچھا دیا۔ بسکٹ، انڈے اور پھل سجا دیئے۔ بچوں نے کھائے، جوس پئیے، تازہ دم ہوئے اور اکبر سے بولے۔
اکبر یہاں کہانی سننا کتنا اچھا لگے گا۔ دیکھو کیسے حسین نظارے ہیں۔ اب تم ہمیں سنا دو۔ اکبر نے روزی خان سے کہا۔
چاچو یہ بہتر ہوگا کہ آپ سنائیں۔

بچوں نے بھی اصرار کیا اور ضیغم تو ان کے گلے پڑ گیا کہ چاچو آپ زیادہ اچھی طرح سنائیں گے۔
روزی خان ہنسے اور بولے۔
بچو ایک بات ہے دن کو کہانیاں نہیں سناتے۔ مسافر راستے بھول جاتے ہیں۔
سارے بچوں نے شور مچایا۔
چھوڑیئے روزی چچا کوئی نہیں بھولتے راستے واستے۔ آج کل لوگ بڑے سیانے ہو گئے ہیں۔ وہ کوئی پیدل سفر تھوڑی کرتے ہیں۔"
اور روزی چچا نے ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔
اچھا بھئی بچو تم جیتے میں ہارا۔ دراصل کہانی تو میں ان بچوں کو ضرور سناؤں گا جو لاہور سے آئے ہیں۔ ہمارے پیارے لاہور سے اور ہمارے مہمان ہیں۔ لیکن ایک بات ہے۔ میں جب لاہور آؤں گا آپ لوگ بھی مجھے وہاں کی سیر کرائیں گے۔"
سعدیہ کھلکھلا کر ہنسی۔
"واہ روزی چچا آپ نے کیسی بات کی۔ آپ اکبر کے چچا ہی نہیں، اب ہمارے بھی چچا ہیں۔ بھلا آپ کو تم گھمائیں پھرائیں گے کیوں نہیں؟ آپ آ کر تو دیکھئے۔" اور روزی چچا نے سعدیہ کے سر کو تھپتھپایا اور خوشی سے کہا۔
"واہ میری ننھی سی بھتیجی نے کیسی پیاری بات کی ہے۔"
"اب شروع بھی کریں۔ روزی چچا۔ ہاں سعدیہ باجی اب مت بولنا بیچ میں۔" ضیغم بولا۔
روزی خان نے مسکراتے ہوئے ان سب کو دیکھا۔ پھر آسمان پر نظریں دوڑائیں۔ نیچے کی طرف ایک نگاہ کی۔ وادی سکردو سرسبز درختوں میں گھری ہوئی تھی۔ سورج خوب چمک رہا تھا۔ تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ سب بچے اس کے اردگرد آنکھوں میں شوق اور تجسس کی دنیا لئے اسے دیکھ رہے تھے کہ کب وہ کچھ سنانا شروع کرتے ہیں؟
انہوں نے گلا صاف کیا اور بولنا شروع کیا۔
ہاں تو بچو سینکڑوں سال پہلے کی بات ہے۔ اس وقت سکردو پر ایک راجہ حکومت کرتا تھا۔ اس کا نام علی شیر خان انچن تھا۔ یہ بڑا بہادر، دلیر اور رعایا کا خیر خواہ بادشاہ تھا۔ ہر وقت وہ یہ سوچتا رہتا کہ کس طرح اپنے ملک کا نام روشن کرے۔ کس طرح اپنی سلطنت کو بڑا کرے اور کس طرح اپنے لوگوں کو خوشحال کرے۔ اس کی پہلی شادی مغل بادشاہ اکبر اعظم کی رشتہ دار گل خاتون سے ہوئی۔ یہ شہزادی بہت خوبصورت اور ذہین خاتون تھی۔ بادشاہ اسے بہت پسند کرتا تھا۔ اس کی ذہانت کی بڑی تعریف کرتا اور امور سلطنت میں اس کے مشوروں کا قدر دان تھا۔ ایک دن جب وہ شہزادی گل خاتون کے ساتھ اپنے اس محل کے باغ میں بیٹھا ہوا تھا جو دریائے سندھ کے کنارے پر بنا ہوا تھا۔ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔ بادشاہ کہہ رہا تھا ملکہ عالیہ اگر میں آتی بہار میں ملک چترال پر حملہ کروں تو مجھے انشاء اللہ سو فیصد کامیابی ہو گی۔ ملکہ نے مسکراتے ہوئے جواباً کہا تھا آپ مقدر کے سکندر ہیں۔ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھیں گے تو فتح کا جھنڈا آپ کے ہاتھوں میں آجائے گا۔ بہت شکریہ ملکہ گل خاتون بہت شکریہ۔ میں آپ کی محبت کا، آپ کی قدردانی کا شکر گزار ہوں۔
جب وہ باتیں کر رہے تھے تب دفعتاً ملکہ نے بہت اوپر کی جانب پہاڑوں کی طرف دیکھا۔ اس وقت آسمان بہت نیلا تھا۔ شام کی ہوائیں ہلکی ہلکی ٹھنڈک لیے ہوئی تھیں۔ نیچے دریائے سندھ بہتا تھا۔ ہزاروں فٹ نیچے۔
اس نے کھرپوچو قلعے کو دیکھا۔ تھوڑی دیر دیکھتی رہی۔ پھر حسرت بھرے لہجے میں بولی۔ "میں اتنی بلندی پر بنے اس قلعے کی ہیبت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے کسی دن وہاں لے چلیے نا۔"
"نہیں نہیں ملکہ عالیہ۔" علی شیر خان انچن فوراً بول اٹھا۔
"آپ وہاں کیسے جائیں گی؟ وہ بہت دشوار گزار راستہ ہے۔ وہ بہت بلندی پر ہے۔ اس کے راستے میں پتھر اور کانٹے ہیں۔ اس کا راستہ بہت ڈھلانی ہے۔ آپ کے پاؤں بہت نازک ہیں۔ پھولوں جیسے ہیں۔ یہ زخمی ہو جائیں گے۔ آپ پھسل کر گر سکتی ہیں۔"
وہ چپ ہو گئی تھی۔ شہنشاہ نے اُس کی اُداسی اور چپ کو محسوس کیا اور بولا۔
"میں آپ کی خواہش کو ضرور پورا کرتا۔ پر ملکہ عالیہ میں آپ کو کسی تکلیف میں ڈالنے کو پسند نہیں کرتا۔"
آپ کا بہت شکریہ۔ ملکہ نے تسلیمات بجالاتے ہوئے کہا۔
اور جب سورج اپنے نارنجی رنگوں کے ساتھ بہت دُور مغرب میں ڈوب رہا تھا۔ وہ محل جانے کے لیے کھڑی ہوئی۔ اس نے ہلکے ہلکے اندھیروں میں ڈوبے کھرپوچو کی طرف دیکھا اور اپنے دل میں کہا۔
میں ایک دن تمہیں دیکھنے ضرور آؤں گی۔ میں تم تک پہنچنے کا راستہ سیدھا اور آسان بناؤں گی۔ ہاں ہاں میں اس مشکل راستے کی جگہ ایک آسان راستہ ضرور بناؤں گی۔ ضرور بناؤں گی اور تمہیں ضرور دیکھوں گی۔
پھر فوجیں تیاری کے مرحلوں میں داخل ہو گئیں۔ علی انچن نے اپنے وزیروں، امیروں، جرنیلوں اور سلطنت کے سرکردہ لوگوں کو گلگت اور چترال پر حملے کی بابت بتا کر ان کی رائے لی۔ رعایا بھی اپنے بادشاہ کے ساتھ تھی۔ ملک کے جوان بہادر فوج میں شامل ہو کر تیاریوں میں جُت گئے۔ نجومیوں نے زائچے بنائے اور بابرکت گھڑی کی فال نکالی۔
جس صبح شاہی لشکر نے کوچ کرنا تھا۔ سکردو کے پولو گراؤنڈ میں رخصتی کی دُھنیں بج رہی تھیں۔ عورتیں، بچے اور بوڑھے اپنی فوج کو رخصت کرنے ان راستوں پر کھڑے تھے جہاں سے لشکر نے گزرنا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں پھول تھے۔ ہونٹوں پر دعائیں اور ترانے تھے۔ پہاڑوں پر بھی برف سورج کی کرنوں میں ہنستی ہوئی انہیں الوداع کہتی تھی۔
ملکہ گل خاتون اپنی کنیزوں کے ساتھ محل کی بالکونیوں میں کھڑی دیکھتی اور دعا مانگتی تھی کہ میں بادشاہ کو فاتح کی صورت میں پھر دیکھوں۔ میرے اللہ اس کی حفاظت کرنا۔
سازندوں نے دُھنیں بدل دی تھیں۔ بہت تیز دل میں جوش و جذبے ابھارتی دھنیں ہواؤں میں بکھری ہوئی تھیں۔
ملکہ کا جی چاہ رہا تھا کاش شاہ اسے بھی اپنے ساتھ لے جاتا۔
بہت سارے دن گزر گئے۔ پھر ایک دن ملکہ کو کچھ یاد آیا کہ اسے کچھ اہم کام کرنے ہیں۔ اسے ایک خوبصورت محل بنانا ہے ان آسمانوں کو چھوتے ہوئے پہاڑوں میں اپنے دلّی جیسے محل کی طرز کا جس کے سامنے ایک عالی شان باغ ہو۔ جس میں دنیا کے پھول ہوں۔
اب اس کے دن رات اس کام میں صرف ہونے لگے۔ سارا سکردو چھان مارا۔ ایک ایک جگہ کا باریک بینی سے جائزہ لیا گیا۔ تب کہیں جا کر جگہ منتخب ہوئی۔ کاریگروں اور ماہرین فن کو بلایا گیا۔ ہر روز ان کے ساتھ بحث ہوتی۔ ملکہ اپنی رائے دیتیں۔ وہ نہایت ادب سے اپنی تجاویز پیش کرتے۔
پھر محل بننا شروع ہوا۔ بالکونیوں، جھلمیوں، شہ نشینوں، بڑے بڑے محرابی کمروں اور چمنیوں والا۔
محل تیار ہوا تو ملکہ کو ایک اور فکر ستانے لگی کہ باغ کے لیے پانی کا بندوبست کیوں کر ہوگا۔ پانی نہیں ہوگا تو باغ کی شادابی و ہریالی قائم نہیں رہ سکتی۔ اتنی بلندی پر کسی عام کوہل (نہر) سے اس تک پانی کا پہنچنا بہت مشکل تھا۔
بہت سوچ و بچار کرتی رہی۔ مملکت کے سمجھدار لوگوں سے بھی مشورے ہوئے پر کوئی قابل عمل حل نہ پیش کر سکا۔
"چلو اچھا میں قاصد دلّی بھیجتی ہوں اور اکبر اعظم کی مدد مانگتی ہوں۔"
اکبر اعظم کے پاس رشتے کی اس بہن کا پیغام پہنچا تو اس نے گنگو نامی ماہر تعمیرات کو بلایا اور سکردو بھیج دیا۔
ہنر مند گنگو سکردو آیا۔ ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آداب بجالانے کے بعد مدّعا جاننے کا خواہش مند ہوا۔ ملکہ نے تفصیلاً بتایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں چاہتی ہوں یہ نہر باغ کو سیراب کرنے کے ساتھ ساتھ شہر کی زرعی زندگی کی بھی جان بنے۔
گنگو نے سروے کیا۔ مختلف جگہوں کو دیکھا۔ تمام پہلوؤں پر غور و غوض کے بعد وہ خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔
"ملکہ عالیہ! آداب بجا لاتا ہوں اور کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"
ملکہ نے پردے کے پیچھے سے اجازت دیتے ہوئے کہا۔
اجازت ہے۔ رپورٹ پیش کریں۔"
گنگو نے تفصیلاً ایک ایک پہلو پر بحث کی۔ اخراجات کا تخمینہ، وقت اور دیگر تمام ضروری امور بتائے۔ آخر میں اس

نے ایک معنی خیز جملہ کہتے ہوئے بات ختم کی۔ ملکہ عالیہ۔ آپ طمینان رکھیے نہر آپ کی خواہش کے عین مطابق تعمیر ہوگی مگر ایک درخواست ہے۔

ملکہ "مگر" کے لفظ پر چونکیں۔ ایک درخواست ہے۔ نے حیران کیا۔ تاہم نرمی سے بولیں۔

"کہو گنگو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ملکہ عالیہ آپ شرف قبولیت بخشیں یہ نہر میرے نام پر ہوگی۔"

ملکہ ہنس پڑی اور بولیں۔

"میں تمہاری یہ شرط منظور کرتی ہوں۔"

گنگوپی آداب بجالاتے ہوئے اٹھ گیا تھا۔

"گنگوپی نہر میں آپ لوگوں کو دکھاؤں گا۔" روزی خان نے کہانی سناتے رک کر کہا۔

"تم لوگ حیران رہ جاؤ گے۔ اس میں اتنے بڑے بڑے اور وزنی پتھر استعمال ہوئے ہیں کہ بندہ بے اختیار سوچتا ہے کہ یارا سے بنانے والے لوگ کیا جن تھے یا انسان۔ آخر اتنے اتنے بڑے پتھروں کو وہ کیسے اٹھا کر لائے ہوں گے؟ حالانکہ اس وقت سب جوان مضبوط اور طاقتور لوگ علی شیر خان انچن کے ساتھ گلگت اور چترال فتح کرنے کے لیے چلے گئے تھے۔ پیچھے بوڑھے کمزور اور بیمار لوگ رہ گئے تھے۔ تو بچو اگر بوڑھے اور کمزور لوگوں کا یہ حال تھا تو خود سوچو جوان کیسے ہوں گے۔

"اب آگے چلو روزی چچا"۔ ضیغم نے بے تاب ہوتے ہوئے کہا۔

وہ کہانی کے تسلسل میں ذرا سی رکاوٹ پسند نہیں کرتا تھا۔ فوراً بول اٹھتا تھا۔

"میاں گنگوپی نہر بنی۔ باغ شاداب ہوا۔ سکردو کے کھیت ہرے بھرے ہوئے۔

غلہ اور چارہ وافر مقدار میں پیدا ہوئے۔ لوگوں کے کوٹھے اناج اور پھلوں سے بھر گئے اور لوگوں نے بے اختیار کہا۔

"ملکہ گل خاتون سلامت رہے اور اس کے تاج و تخت کو عروج ملے۔"

اور یہ وہ دن تھے جب علی شیر خان انچن گلگت فتح کر چکا تھا اور اب چترال کی طرف رواں دواں تھا۔

ایک رات جب ملکہ سونے کے لیے جا رہی تھی۔ اسے دفعتاً یاد آیا تھا کہ اسے ابھی ایک اور بہت ضروری کام کرنا ہے اور وہ کام قلعہ کھرپوچو کے لیے ایک آسان اور سیدھا راستہ بنانے کا ہے۔

"چلو میں تو اسے بھولے بیٹھی تھی۔ کتنی تمنا تھی مجھے اوپر جانے کی۔ ان بلندیوں پر جا کر کھرپوچو دیکھنے کی۔"

ملکہ نے اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔

"صبح اس منصوبے پر کام کا آغاز ہوگا۔ کہتے ہوئے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

اگلے دن مشیر حاضر ہوئے۔ ملکہ نے منصوبہ ان کے سامنے رکھا۔ اب وہاں خاموشی تھی۔ کسی نے پلٹ کر کچھ بھی نہیں کہا۔

ملکہ تھوڑی سی دیر اس انتظار میں چپ بیٹھی رہی کہ شاید وہ اس پر کچھ بولیں لیکن جب خاموشی بہت لمبی ہو گئی تو ملکہ نے کہا۔

"کیا بات ہے آپ سب لوگ خاموش کیوں ہو؟ کیا یہ منصوبہ بہت مشکل ہے"

"ملکہ عالیہ جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہیے کہیے"

"ملکہ عالیہ آپ اس چکر میں مت پڑیں۔"

"کیوں آخر؟ کھل کر کہو۔" اس نے ذرا تیزی سے کہا۔

شہنشاہ علی شیر خان انچن اسے ہرگز پسند نہیں کریں گے۔ ملکہ عالیہ وہ بہت اہم قلعہ ہے۔ جنگی نقطہ نظر سے اس کا راستہ سیدھا اور آسان نہیں ہونا چاہیے۔ قلعے کے راستے پر عام پیروں کا کوئی کام نہیں ہوتا۔

چند لمحوں تک ملکہ خاموش رہیں۔ بات درست تھی۔ پر ملکہ کے دل و دماغ پر چھائی خواہش چھلانگ لگا کر سامنے آ کھڑی ہوئی۔ دل مچلا۔ اس نے تحکمانہ انداز میں اپنا حق شاہی استعمال میں لاتے ہوئے کہا۔

"یہ میرا اور شاہ کا معاملہ ہے کہ وہ کسے پسند کرتے ہیں اور کسے نہیں۔ تم وہ کرو جو میں چاہتی ہوں۔"

شاہ کے مصاحبین نے ایک بار پھر دبے دبے کمزور سے لہجے میں یہ کہنے کی کوشش کی کہ ملکہ اس خواہش سے باز رہے مگر ملکہ نے اس بار ذرا غصے سے کہا۔

"مجھے سمجھانے کی کوشش مت کرو۔ جیسا حکم دیا گیا ہے وہ کرو۔" معزز ارکان حکومت کھڑے ہو گئے۔

حکم کی تعمیل شروع ہو گئی۔ انجینئروں نے کام کرنا شروع کر دیا۔ نقشے بننے شروع ہوئے۔ بالآخر سب سے آسان راستہ منظور ہوا اور کام کا آغاز ہو گیا۔

راستہ بنتا گیا۔ سال گزرا پھر دوسرا سال حتیٰ کہ ایک دن چیف انجینئر حاضر خدمت ہوا اور ملکہ کو خوشخبری سنائی کہ قلعہ کھرپوچو تک جانے کا آسان ترین راستہ تیار ہے۔ ملکہ معائنے کے لیے تاریخ کا اعلان کریں۔

ملکہ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ زور و شور سے تیاریاں شروع ہوئیں اور مقررہ دن وہ شہر کی سرکردہ خواتین کے ساتھ کھرپوچو کے لیے روانہ ہوئی۔ راستے میں کئی جگہ پڑاؤ ہوا۔ چوٹی تک ایک جشن کا سا سماں تھا۔ ملکہ نے جونہی اوپر قدم رکھا۔ گولے داغے گئے۔

چوٹی کا منظر کتنا دلفریب تھا۔ آسمان تو لگتا تھا جیسے ہاتھ بڑھاؤ تو چھو لو۔ ملکہ نے قلعے کا معائنہ کیا۔ قیمتی انعامات سے معماروں اور انجینئروں کو نوازا۔

اب ملکہ کے دونوں کام پورے ہو گئے تھے۔ وہ شاہ کی منتظر تھی۔ جو چترال کی فتح کر کے واپس آ رہا تھا۔

اس کے دن رات اس خیال سے دمکنے لگے کہ شاہ محل، نہر اور قلعے کے راستے کو بہت پسند کرے گا اور اسے سراہے گا۔

پھر وہ دن بھی آ گیا جب فاتح علی شیر خان انچن شہر میں داخل ہو رہا تھا۔ سارا سکردو دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ استقبالیہ دھنیں بج رہی تھیں۔

دوپہر کتنی روشن اور حسین تھی۔ سازندوں نے اب شادیاں دھن بجانی شروع کر دی تھی۔

سکردو بہت خوبصورت نظر آ رہا ہے۔ ہریالی کتنی زیادہ ہے اور فصلیں کیسے لہرا رہی ہیں! شاہ نے اپنے آپ سے کہا۔

گنگوپی نہر کو دیکھا گیا۔ ملکہ کے عظیم کام کو سراہا گیا۔ باغ کا معائنہ ہوا۔ کھرپوچو تک جانے والے نئے راستے کا جائزہ لیا گیا۔ اوپر جاتے ہوئے شاہ خاموش تھا۔ پھر شاہ مینڈوق گھر میں داخل ہوا۔ امراء وزراء پیچھے رہ گئے تھے۔ مغل اور بلتی طرز تعمیر کے اس دلکش نمونے کو دائیں اور بائیں اوپر نیچے دیکھا ہوا وہ آگے آگے بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ وہاں آ کر رُک گیا جہاں ملکہ گل خاتون سولہ سنگار کیے اس کے استقبال کے لیے کھڑی تھی۔ وہ آگے بڑھا۔ ملکہ کو دیکھا اور بولا۔

"ملکہ آپ نے گنگوپی نہر بنائی جس نے سکردو جیسا خشک شہر ہرا بھرا اور شاداب کیا۔ بہت بڑا کام ہے آپ کا۔ آپ نے پھول محل بنایا ان پہاڑوں میں آپ نے میدانی علاقوں کے طرز تعمیر والی خوبصورت چیز بنا کر اس شہر کے حسن میں اضافہ کیا۔ آپ کے دونوں کام انعام کے مستحق ہیں۔

"مگر ملکہ عالیہ میں آپ کو انعام نہیں دوں گا۔"

آپ نے قلعہ کھرپوچو کے لیے راستہ بنایا آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، آپ نے گویا دشمن کا کام آسان کر دیا مگر میں آپ کو سزا نہیں دوں گا۔

بچے تو کہانی کے سحر میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے کہ کتنی دیر بول ہی نہ سکے۔ مگر سعدیہ زیادہ دیر چپ نہ رہ سکی۔ بول اٹھی تھی۔

"یہ تو غلط بات ہوئی ملکہ کو انعام تو ضرور ملنا چاہیے تھا۔"

"ارے بھئی کیوں ملتا۔ یہ تو حساب کا سیدھا سا فارمولا ہے۔

انعام - سزا = 0 یعنی کچھ نہیں۔"

"اللہ روزی چچا ڈنڈی مت ماریئے۔ ملکہ نے دو اچھے کام کیے تھے۔ چلیے مان لیتے ہیں ایک غلط ہو گیا۔ اب دو پر تو اُس کا حق بنتا تھا۔"

یہ غضنفر تھا۔

"پیارے بچو یاد رکھو۔ بادشاہوں کو ہمیشہ اپنے تاج و تخت کی سلامتی کی فکر ہوتی ہے۔ جو کوئی اس کے لیے خطرے والا کام کرتا ہے بادشاہ اُسے پسند نہیں کرتے خواہ وہ اُن کے پیارے عزیز اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ ملکہ نے قلعے تک راستہ بنا کر لٹیروں کے لیے آسانی پیدا کر دی تھی۔

"چلو اب کہانی تو ہوئی ختم گھر چلیں۔"

بچے کہانی کے ختم ہونے پر اُداس سے تھے۔ روزی خان نے ان کو اکتاہٹ اور بیزاری کو محسوس کیا تو بولے۔

"بھئی میں تو لوگوں کو اپنے علاقے کی اور دلچسپ کہانیاں سناؤں گا۔ مگر اب تم لوگ ہوشیاری اور چستی سے نیچے اُترو۔ بہت دھیان سے قدم جما جما کر رکھنے ہیں۔ گھر پہنچو گے تو مزیدار بلتی کھانے کھانے کو ملیں گے۔" (ختم شد)

پھول آرٹ گیلری

★ بچے پینٹنگز کے ساتھ اپنی پاسپورٹ سائز تصاویر بھی بھجوا سکتے ہیں
★ لائنوں والے صفحے پر تصویر بنا کر نہ بھیجیں
★ A/4 سائز سے بڑی تصویر نہ بھجوائیں

حسن رمضان گل۔ سنارے والا



نوریہ، خدیجہ مدثر۔ سیالکوٹ



نور فاطمہ۔ لاہور



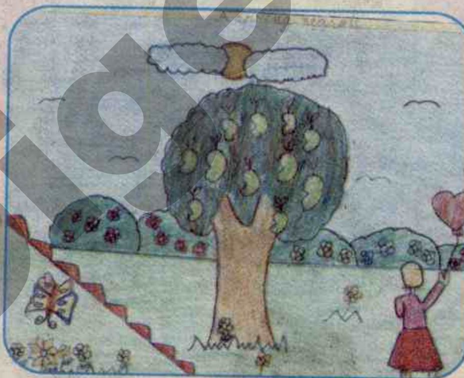
عثمان اکرم۔ ملتان



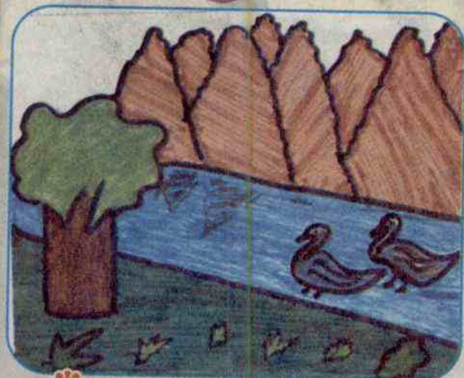
لائبہ ارشاد۔ لاہور



عروج فاطمہ



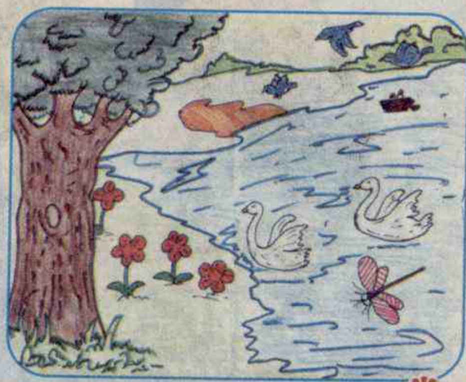
تحریم عثمان۔ گوجرانوالہ



انیلہ راشد۔ ہارون آباد



اروی یوسف





نرالے ہیں انداز ہمارے



چھٹیاں ختم ہونے سے پہلے زیادہ سے زیاد جھولے لے لوں۔ تحریم شبیر، چنیوٹ



میں نے بھی جشن آزادی
منایا تھا۔ مبرہ نور، واربرٹن



پتہ نہیں یہ میرا نام ہے کہ نہیں۔
سونیا کنول۔ چوک اعظم، لیہ



ہم بگگرام کے شیر دل ہیں۔ شیر دل عبید، ڈبہ موری بگگرام



اٹھ جاتی ہوں، میں نے کون سا سکول
جانا ہے۔ دعا فاطمہ شاہد، بورے والا



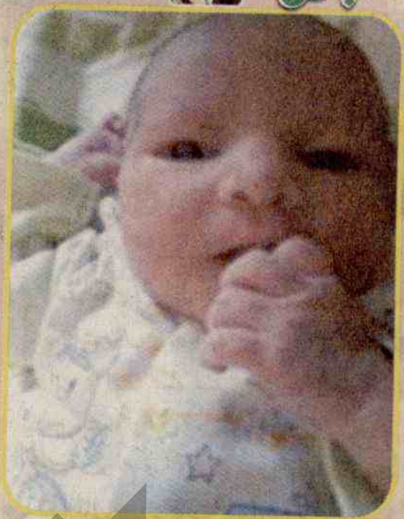
میری گاڑی الٹ گئی میں نے تو اس پر لانگ
مارچ کرنا تھا۔ فاطمہ، گوالمنڈی لاہور



ہائے! یہ انقلاب مارچ تو ادھر نہیں آ رہا۔
حمنہ خدیفہ، صادق آباد، رحیم یار خان



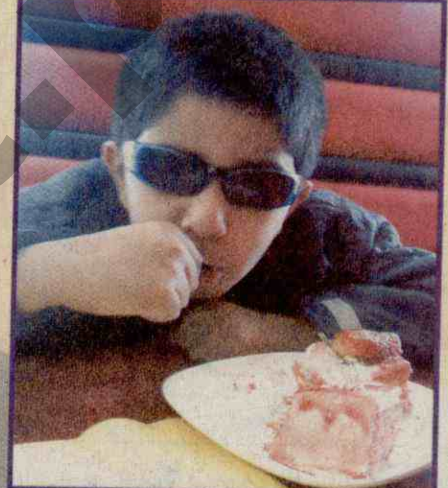
صحت اچھی ہے لیکن کبھی غرور نہیں کیا۔ فاطمہ خرم، واہ کینٹ



میں بھی اپنی امی جان کی طرح پھول کی لکھاری بنوں گی۔ حفصہ مریم (بنت کوکب علی) یو کرائن



دادا ابو کے انتظار میں بیٹھی ہیں۔ آمنہ، انمول، لاہور



جشن آزادی کا کیک کھا رہا ہوں۔ عمیر ارشد، انگلینڈ



بوجھیں کہ ان دونوں میں سے میں کون سی ہوں؟ نور فاطمہ، لاہور



منفرد نام ہے نا میرا؟۔ محمد ثمامہ



سٹائل ہے میرا۔ شانزہ شعیب، لاہور



محمد رضوان اسلم

نظامی خاندان کی مثال ایک ایسے درخت کی سی ہے جس کی گھنی ٹھنڈی اور میٹھی چھاؤں میں صحافت کے خودرو بوٹوں، بیلوں اور پودوں نے پھولنے اور پھلنے پھیلنے اور بڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے، آج یہ سب گلستانِ پاکستان میں پنپنے پر نازاں ہیں۔ جس کو نظامی خاندان نے ایک مالی اور باغبان کی طرح اپنی فکر و عمل کے خون سے سینچا ہے۔

بے باک اور سچی صحافت کا علم بلند کرنے کے لئے نظامی خاندان نے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ حمید نظامی کے بعد مجید نظامی نے اپنی کاوشوں سے صحافت

نظریہ پاکستان اور نظامی خاندان

کے ذریعے نظریہ پاکستان کو تقویت دی اور اہلِ وطن کے ذہنوں میں اس کے ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ نوائے وقت کی ہر تحریر مجید نظامی کی سوچ اور وژن کی آئینہ دار اور عکاس ہے۔ پاکستان کے کسی اور دوسرے اخبار نے وہ کردار ادا نہیں کیا جو نوائے وقت نے کیا ہے۔ مجید نظامی اور حمید نظامی کی سوچ نے ہم آواز ہو کر قوم کو درسِ لا الہ دیا ہے۔ اگر حمید اور مجید کو قافیہ مان لیا جائے تو نظامی ردیف ہے اور ان کی سوچ ایک ہے۔ دونوں بھائی ایک ہی غزل کا مطلع دکھائی دیتے ہیں۔ یہ دو ہم آواز سروں کی ایک تان تھی جو ایک نغمہ گاتی تھی۔ جو محبتِ پاکستان کا نغمہ تھا۔ یہ جذبہ ایمانی کا گیت تھا جس نے اہلِ وطن کو گرمی اور تازگی بخشی۔

حمید نظامی نے ایک سوچ دی، ایک نظریہ دیا۔ مجید نظامی نے اس کو پروان چڑھایا۔ ان کے قائم کردہ تمام ادارے ملک کی نظریاتی اساس کو مضبوط کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ان کے تمام رسائل اور اخبارات اہلِ وطن کی تربیت کا ادارہ ہیں۔ جناب مجید نظامی خود ایک یونیورسٹی کا درجہ رکھتے تھے۔ انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی۔ اب ان پر اور ان کے کئے ہوئے کام پر ڈاکٹریٹ ہوگی۔



بیاد مجید نظامی

محب وطن باخدا تھا نظامی
وہ اک بے ریا رہنما تھا نظامی
وہ تپتے ہوئے حبس کے موسموں میں
گھنی چھاؤں ٹھنڈی ہوا تھا نظامی
وہی اک اجالا تھا تاریکیوں میں
سحر تھا وہ دن تھا ضیاء تھا نظامی
وہ سچائی کے راستے کا مسافر
ہمیشہ اسی رہ چلا تھا نظامی
وہ اسلام کے نظریئے کا محافظ
غلام حبیبِ خدا تھا نظامی
وہ ملکِ خداداد کے بانیوں کا
ہر اک گام ساتھی رہا تھا نظامی
تھی اک آنکھ جو دور تک دیکھتی تھی
نہیں جانے کیا دیکھتا تھا نظامی
وہ تھا پاسباں نظریاتی حدوں کا
وقار وطن با خدا تھا نظامی
کڑا وقت جب کوئی آیا وطن پر
تو میدان میں ڈٹ گیا تھا نظامی
تھا غماز اخلاصِ کردار اس کا
ہر اک لمحہ سچ بولتا تھا نظامی
مقرر حسیں شہسوار صحافت
وطن کی زباں تھا صدا تھا نظامی
وہ ملت کی وحدت کا داعی پیامی
وہ اک حریت کی ادا تھا نظامی
وہ زیرک مدبر تھا رہبر یگانہ
وہ بیدار تھا جاگتا تھا نظامی
وہ حق و صداقت کی آواز بن کر
دلوں میں اترتا گیا تھا نظامی
کہا معتبر زندگی بھر کہا جو
وہ انسان بھی کیا بھلا تھا نظامی
فضا مہکی مہکی ہوا مہکی مہکی
گلستاں میں بوئے حنا تھا نظامی
محافظ وطن کا خدا حشر تک ہو
دم واپسیں کہہ رہا تھا نظامی
رہے تا قیامت مرا ملک زندہ
مجسم سراپا دعا تھا نظامی
وہ اک نظریہ ایک تحریک اطہر
ہنرور وہ عقدہ کشا تھا نظامی

حکیم محمد رمضان اطہر

شہیدانِ وطن

وطن کی شان سب کی سب شہیدانِ وطن سے ہے
ملا جو زندگی کا ڈھب شہیدانِ وطن سے ہے
خدا و مصطفیٰ ﷺ کی رحمتیں لاتا ہے خون ان کا
وطن پر سارا فضلِ رب شہیدانِ وطن سے ہے
یہ ساری شان و شوکت اک عطا ان کے لہو کی ہے
ہے عظمت دیس کی جو، اب شہیدانِ وطن سے ہے
لہو ان کا اجالا لے کے آیا ظلمتِ شب میں
یہ دن سے روشن اپنی شب شہیدانِ وطن سے ہے
انہوں نے ہم کو بخشی ہے یہ آزادی یہ حریت
یہ اپنی شان اور یہ چھب شہیدانِ وطن سے ہے
لہو ان کا فروزاں کر گیا ہے داستاں اپنی
ملی ہم کو جو تاب اور تب شہیدانِ وطن سے ہے
عدو کے سورماؤں کو کیا ہے نیست و نابود
گیا دشمن ہمارا دب شہیدانِ وطن سے ہے
ملی ہے ان کے دم سے ہم کو آزادی کی یہ نعمت
یہ سب آزاد دل اور لب شہیدانِ وطن سے ہے
انہوں نے جان دے کر ہر مخالف کو کچل ڈالا
مرا دشمن کا ہر مرحب شہیدانِ وطن سے ہے
وہی سرمایہ ء ہستی رہے گا اپنا دنیا میں
جو سیکھا زندگی کا ڈھب شہیدانِ وطن سے ہے
ریاضؔ احمد جلال و جاہ پایا ان کے صدقے سے
ملا دنیا میں ہر منصب شہیدانِ وطن سے ہے

ریاض احمد قادری۔ فیصل آباد

مقدس لہو کا قرض چکانے کوئی تو آئے

میرے دیس کا مقدر جگانے کوئی تو آئے
بجھتے ہوئے چراغ جلانے کوئی تو آئے
سب سوچتے ہیں اپنا ذاتی مفاد کیوں
یہ مال و جان دین پر لٹانے کوئی تو آئے
انسانیت سسکتی ہے قریہ قریہ گلی گلی
انسانیت کی بگڑی بنانے کوئی تو آئے
ارزاں ہے خون مسلم پانی سے بھی زیادہ
مقدس لہو کا قرض چکانے کوئی تو آئے
پروانہ وار جھومتے ہیں کعبے کے گرد لوگ
کعبے کے دشمنوں کو مٹانے کوئی تو آئے
لڑتے ہیں اقتدار کی جنگ سارے حکمران
قرآن کی حکمرانی چلانے کوئی تو آئے
حرص و ہوس نے خون کے سمندر بہا دیئے ہیں
اللہ کی راہ میں خون بہانے کوئی تو آئے

انتخاب: فجر عثمان۔ گوجرانوالہ

اچھی کتابوں کا انتخاب بچوں اور والدین کیلئے ایک مسئلہ ہوتا ہے ہم آپ کی مشکل آسان کیئے دیتے ہیں۔ ہم ہر ماہ آپ کے لئے بہترین کتابوں کا انتخاب پیش کریں گے۔

خود پڑھیے دوسروں کو تحفہ دیجیے

تبصرے کے لئے دو جلدوں کا آنا ضروری ہے

مدثر مرزا

نام کتاب: اولیاء اللہ کی باتیں

مرتب: ڈاکٹر محمد اعظم رضا تبسم

قیمت: 350 روپے۔ ناشر: رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز۔ اقبال مارکیٹ، اقبال روڈ۔ کمیٹی چوک راولپنڈی۔ فون: 051-5551519

ڈاکٹر اعظم رضا بڑی تندہی سے تصنیف و تالیف میں مصروف ہیں۔ ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ اولیاء اللہ کی زندگی اور تعلیمات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ اس کتاب میں بزرگان دین کے اقوال اور تعلیمات شامل ہیں جو اخلاق و کردار سنوارنے اور تزکیہ نفس کے لیے مفید ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے اور اولیاء کرام کے اقوال پر عمل سے روحانی ترقی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہر خاص و عام کے لیے یہ کتاب مفید ہے۔



☆☆☆

نام کتاب: گزرگاہِ خیال (آپ بیتی)

مصنف: منظور الحسن

قیمت: 400 روپے۔ ناشر: چودھری اکیڈمی۔ الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔ فون: 37233749

منظور الحسن پنجاب یونیورسٹی کے ایک انتظامی شعبے کے سابق افسر ہیں۔ احباب کے اصرار پر انہوں نے اپنی آپ بیتی خاص طور پر قیام پاکستان کے وقت امرتسر سے لاہور ہجرت کے واقعات تحریر کرنے کا ارادہ کیا جس کے نتیجے میں تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب منظر عام پر آئی۔ اس کتاب میں دلچسپ واقعات شامل ہیں۔ بچپن، جوانی، ملازمت، دوست احباب، عزیز و اقارب، خطوط، سماجی و سیاسی حالات اس کتاب کے موضوعات ہیں۔



نام کتاب: روز و شب اخبار کے

مصنف: محمد ارشد سلیم

قیمت: 200 روپے۔ ناشر: کتاب کور، چارسدہ، خیبر پختونخوا

بچوں کے ادب سے اپنے ادبی سفر کا آغاز کرنے والے محمد ارشد سلیم نے اپنے تعلیمی اور ادبی سفر کو جاری رکھا اور ایم اے ابلاغیات، ایم اے اردو اور تقریباً سات کتابوں کے مصنف ہونے کا اعزاز بھی حاصل کر چکے ہیں۔ یہ کتاب ان کے ادبی و صحافتی سفر کی روداد ہے جس میں انہوں نے مختلف شہروں میں اپنے قیام کے دوران اپنی مصروفیات، معروف ادبی شخصیات اور دوستوں سے ملاقاتوں اور ادبی تقریبات میں شرکت کا احوال لکھا ہے۔ اس کو ایک نوجوان ادیب کی خودنوشت بھی کہا جا سکتا ہے جو عزم و ہمت پر مشتمل ہے کہ کس طرح ایک نوجوان نے نامساعد حالات کے باوجود معاشرے میں اپنے مقام بنایا۔



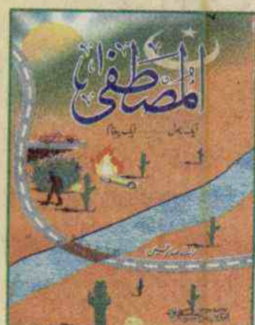
☆☆☆

نام کتاب: المصطفیٰ (ناول)

مصنف: رائے صابر حسین

قیمت: 50 روپے۔ ناشر: مکتبہ المصباح، A-1 زیلدار پارک، اچھرہ لاہور۔

رائے صابر حسین کا یہ ناول ایک ایسے بہادر اور محب وطن نوجوان کی کہانی پر مشتمل ہے جس نے اپنی زندگی داؤ پر لگا کر پاک وطن کے خلاف ہونے والی خوفناک سازشوں کو نہ صرف ناکام بنایا بلکہ جوابی کارروائیاں کر کے دشمن کے حوصلے بھی پست کر دیئے۔ یہ ایک دلچسپ اور بامقصد ناول ہے جو نوجوانوں میں جذبہ حب الوطنی اجاگر کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔ ایسے ناول لکھے بھی جانے چاہئیں اور پڑھے بھی جانے چاہئیں کیونکہ بچوں کے ادب میں ناول بہت کم لکھے گئے ہیں۔



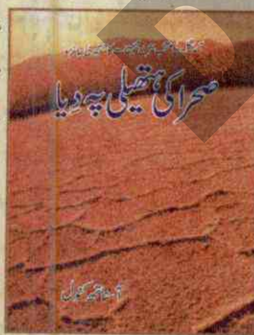
☆☆☆

نام کتاب: صحرا کی ہتھیلی پہ دیا

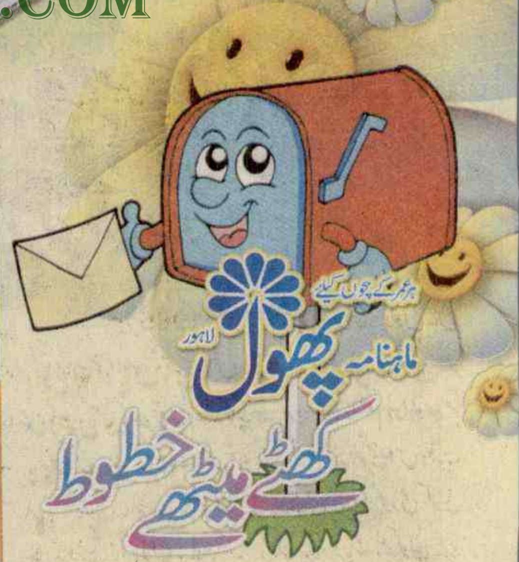
مصنفہ: آسناتھ کنول

قیمت: 200 روپے۔ ناشر: پرائم ٹائم پبلی کیشنز۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

آسناتھ کنول ایک ہمہ جہت لکھاری ہیں۔ وہ کالم نگار، شاعرہ، نقاد، افسانہ نگار کی حیثیت سے معروف ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے آغا گل کی شخصیت اور فن کے مختلف گوشوں کی دریافت کر کے پیش کیا ہے۔ ان کی یہ شخصیت بینی اور فنی مشاہدے کی صلاحیت ابھر کر سامنے آئی ہے اور انہوں نے بہت عمدگی سے آغا گل کی منتخب نثری تخلیقات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ آغا گل کے فن کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب مفید ہے۔



☆☆☆



السلام و علیکم

انعامی خط نمبر 1

☆......امید ہے آپ اللہ کے فضل سے بخیریت ہونگے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کس طرح لکھنے کا آغاز کروں۔ صدمہ ہی اتنا گہرا ہے کہ میں خود کو سنبھال ہی نہیں پا رہا۔ دس روزہ سنت اعتکاف سے فارغ ہوا تو عید کے دوسرے دن ایک ساتھی سے معلوم ہوا کہ آبروئے صحافت، معمار نوائے وقت، بے مثال محبِ وطن پاکستانی انکل مجید نظامی وفات پا گئے۔ کافی دیر تک تو یقین ہی نہ آیا اور سوچا اللہ رب العزت نے انہیں پاکستان کی بے لوث خدمت کرتے دیکھ کر مزید وقت دیا ہوتا۔ لیکن فرمانِ خدا، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے تو یہ سوچ کر کچھ یقین آیا۔ آبروئے صحافت کی پاکستان سے محبت ہمیشہ لازوال رہے گی۔ پاکستان کی بات ہوتی تو نہ وہ کاروبار کو دیکھتے، نہ دوستی کو دیکھتے اور صرف اور صرف پاکستان کی بات کرتے۔ اپنے میڈیا گروپ کا انہوں نے ہمیشہ مثبت استعمال کیا۔ اپنے میڈیا گروپ کو ہمیشہ حق اور سچ سے استعمال کیا۔ ہر جابر سلطان کے آگے کمال بے باکی سے ڈٹے رہے۔ کشمیر کی آزادی تک زندہ رہنا اُن کی دلی خواہش تھی۔ وہ انڈیا صرف اور صرف ٹینک پر بیٹھ کر جانا چاہتے تھے۔ وہ قائدؒ اور اقبالؒ کے سچے پیروکار تھے۔ بچوں سے ان کی محبت بے مثال تھی اور یہ صرف زبانی ہی نہ بلکہ عملی تھی اور اپنے وطن کے نونہالوں سے بے مثال محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ انہوں نے ''پھول'' کا اجراء کیا۔ اگر اُن کے انمول کارناموں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے قلم اٹھایا جائے تو کتابوں کی بے شمار لائبریریاں بن جائیں۔ اُن کا داغِ مفارقت دینا ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے اور اُن کے چاہنے والے ہر انسان کی آنکھ اشکبار ہے۔ میری دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں۔ آمین ثم آمین۔

(عقیل احمد اسلم۔ ظفروال)

انعامی خط نمبر 2

☆......سب سے پہلے تو اپنے احوال سنائیں (کہاں تک سنو گے کہاں تک سناؤں)۔ اپنا حال بتاؤں کہ میں بھی اللہ کے فضل و کرم سے بالکل ٹھیک ہوں۔ ہاں اگر آپ نے میرا خط شائع نہ کیا تو ضرور بیمار ہو جاؤں گی۔ (پہلے پتہ ہوتا تو نہ ہی شائع کرتے)۔ سب سے پہلے تو میں اپنے شہداء کو خراج تحسین پیش کروں گی (خود بھی خراج تحسین والا کوئی کام کر لیں)۔ ہمارے عظیم شہداء کی قربانیاں آج کے ہمارے سیاستدان ان شہداء کے لہو سے کھیل رہے ہیں۔ ان سیاستدانوں نے ان شہداء کی قربانیوں کو بھلا دیا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد نے یہ ملک اتنی قربانیوں کے بعد حاصل کیا۔ کیوں؟ کیونکہ انہوں نے اس ملک کو اسلام کا گہوارہ بنانا تھا۔ اس ملک میں مسلمانوں کو آزادی سے رہنا نصیب کرنا تھا۔ انہوں نے صرف مسلمانوں اور اسلام کی سربلندی کے لیے محنت کی۔ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہ کی۔ لیکن اس ملک کے قیام کے مقصد سے بے وفائی کی ہے۔ ہمارے بہادر نوجوان ہی اس قوم کا مستقبل ہیں۔ جیسا کہ قائداعظمؒ نے فرمایا۔

ہم لائے ہیں طوفان سے کشتی نکال کر
اس ملک کو رکھنا میرے بچو سنبھال کر

ہماری بہادر پاکستانی فوج جو اپنی جدوجہد اور جذبہ و محنت کی وجہ سے دنیا کی مانی جانی فوج ہے۔ جس نے اس ملک کی سرحدوں کی حفاظت کی اور اس قوم کی حفاظت کی۔ اگر ہماری بہادر فوج ہمارے لیے، اس وطن کے لیے، اس پاک ارض زمین کے لیے اتنی قربانیاں دے رہی ہے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ان کا ساتھ دیں، ان کے ساتھ تعاون کریں۔ جیسا کہ ہماری بہادر عوام نے 1965ء کی جنگ میں اپنی مسلح فوج کا ساتھ دیا۔ کاش میں اپنی سرزمین کے لیے کچھ کر سکتی۔ (کریں منع کس نے کیا ہے؟)۔ شہداء کے لہو کا ایک ایک قطرہ ہمیں اپنے وطن کی حفاظت کا درس دیتا ہے۔ وطن سے محبت کرنے کا درس دیتا ہے۔

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

پھول رسالے کے ذریعے آپ نوجوان نسل کے دلوں میں جو وطن کی محبت پیدا کرنے اور اس کے لیے کچھ کر دکھانے کا عزم پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ میرے لیے بہت فخر کی بات ہے۔

(فجر عثمان۔ گوجرانوالہ)

انعامی خط نمبر 3

☆......سمجھ نہیں آ رہا کہ الفاظ کا دامن کہاں سے تھاموں؟ (کنارے سے پکڑ لیں) جب آنکھ کھلی تو ان پہاڑوں کی چار سو پھیلی بلندی، چراگاہوں کے سرور اور ندی نالوں کے دھیمے شور کے ساتھ ''پھول'' کو اپنے ساتھ محوِ سفر پایا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ بابا بازار گئے ہوں اور ان کی ہمراہی میں ''پھول'' نہ آیا ہوں۔ (کیا وہ مہینے میں ایک بار ہی بازار جاتے ہیں۔) بارہا چاہا کہ اپنے پیارے سے ''پھول'' کیلئے کچھ لکھوں مگر اتنا حوصلہ نہ تھا، اب جب سیکنڈ ایئر میں پہنچ چکی ہوں اور میری ایک تحریر کالج میگزین میں چھپ چکی ہے تو لکھنے کا کچھ حوصلہ ہوا۔ لہٰذا ایک تحریر ارسال ہے، معلوم نہیں کیسی ہے؟ (مت پوچھنا) فیصلہ تو آپ کے ہاتھوں میں ہے ویسے بڑی محنت سے لکھی ہے۔ جہاں اتنے اعلیٰ پائے کے لکھاری اور آپ جیسی علمی، قابل قدر اور تجربہ کار شخصیت موجود ہو وہاں میری ناپختہ تحریریں بھلا کیا حیثیت رکھتی ہیں؟ (درست فرمایا) مگر کوشش تو کی جا سکتی ہے نا۔ (کوشش جاری رکھیں) ان دنوں گرمیوں کی چھٹیوں میں لاہور سے اپنے گھر کشمیر آئی ہوئی ہوں۔ خوشگوار موسم ہلکی پھلکی رم جھم سدا بہار گلاب اور سبزے کی مہک، بھیگی مٹی کی مہک مگر ہاں مزہ تو اس وقت اپنے عروج کو پہنچا جب پھول ہاتھ میں آیا گویا ''موسم'' اور ''پھول'' نے ایک دوسرے کی کاملیت کو ظاہر کر دیا۔ ویسے ہمارا یہ علاقہ بالکل بارڈر کے ساتھ ہے اور ہم برستی گولیوں اور گولہ بارود کے عینی شاہد بھی ہیں کہ ان ہاتھوں نے بچپن میں بموں کے ٹکڑے بھی چنے ہیں۔ کتنے ہی شہداء کی میتیں اٹھتی دیکھیں۔ پچھلے سال جب لائن آف کنٹرول میں کشیدگی کے باعث بھارتی بنوں کی فائرنگ اور گولہ باری نے ہمارے پڑوس میں معصوم بچوں کے باپ کو ان سے چھین لیا تو بہت جی چاہا کہ ''پھول'' میں

خط لکھ کر ایک شہید باپ کی ''لہو رنگ داستان'' لکھوں مگر ہمت ہی نہ ہو سکی۔ ویسے ہماری وادی ایسے متعدد واقعات سے بھری پڑی ہے۔ میں وہ راتیں اور شامیں شاید کبھی نہ بھلا پاؤں جب بھارتی فائرنگ اور گولہ باری سے دل دہل جاتا تھا۔ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ خیر اب آتے ہیں ''پھول'' کی طرف ''پھول'' کی تو بات ہی کیا ہے؟ یہ ہمارے تبصرے کا محتاج ہی کہاں ہے؟ مگر خیر میں تو بس اپنے پیارے سے ''پھول'' کیلئے کچھ لکھنا چاہتی ہوں کہ جس نے مجھے لکھنا سکھایا۔ میرے الفاظ کو ایک نیا رخ اور نیا موڑ دیا۔ (آپ اپنا رخ بھی کسی اور طرف موڑ لیں)

پیارا سا سرورق اپنی طرف کھینچنے میں مشغول تھا۔ بہت خوب ایڈیٹر بھیا! آپ کی کوششوں نے تو پھول کو چار چاند لگا دیئے ہیں اداریہ ہمیشہ کی طرح زبردست تھا۔ ''نظمیں'' انتہائی جاندار اور احساس سے پر تھیں۔ غرض سارا رسالہ ہی بہت خوب بلکہ بہت بہت خوب ہے۔ خدا نے چاہا تو ''میرا'' اور ''پھول'' کا علمی رابطہ برقرار رہے گا۔ خدا حافظ

(سیدہ نرجس فاطمہ۔ گھمیر، آزاد کشمیر)

☆☆☆

عید کے سلسلے میں گاؤں جانا ہوا تو اطلاع ملی کہ نظریہ پاکستان کے داعی اور محافظ بابائے صحافت اس دنیا میں نہیں رہے۔ ماحول پر افسردگی چھا گئی اور ایک روشن چراغ گل ہوا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم لواحقین اور احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اچھا بدل عطا فرمائے آمین۔ اداریہ میں ادائیگی فرض کی بات ہو رہی ہے جو ہم سب پر فرض ہے۔ (ادا بھی کریں) حمد بہت پسند آئی۔ 14 اگست کے حوالے سے نذیر انبالوی کی تحفہ اور سیدہ نرجس فاطمہ کی خاک وطن خوب رہیں۔ انکے علاوہ سدرہ محمود کی نئے موسم کی سحر، اور جاوید اقبال کی بری عادت (جاوید صاحب عادت بدلیں) حاجی محمد لطیف کی ایک سنت کی خاطر، ڈاکٹر زہدہ پروین کی درد سب ہی متاثر کن ہیں۔

محترم مجید نظامی پر لکھا گیا مضمون عمدہ ہے بچوں سے ان کی محبت و شفقت نے متاثر کیا۔ نئی نسل کو قابل قدر بزرگوں کی کامیابیوں کے اسرار و رموز جاننے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے تا کہ ان کا مستقبل روشن ہو۔

پیار ملتستان اور شہزادی گل خاتون پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ ہم بھی اس ماحول کا حصہ ہیں۔ (مفت میں سیر) سلمٰی اعوان کا انداز بیان سادہ اور بے ساختہ ہے۔ کھٹے میٹھے خطوط کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ یہ سلسلہ بند مت کیا کریں (لیں جی شائع ہو گیا آپ کا خط)

(عشرت جہاں۔ لاہور)

☆☆☆

☆...... اگست کا شمارہ ہمیں نہایت اچھا لگا۔ آپ کے پھول سے ہم نے بہت کچھ سیکھا۔ اگست کے شمارے میں آیت الکرسی کا انعام کہانی بہت اچھی لگی۔ اس کے علاوہ یوم آزادی کے حوالے سے دوسری کہانیاں بھی اچھی لگیں۔ اللہ تعالیٰ پھول کو دن دگنی رات چگنی ترقی دے اور اسی طرح یہ پھول بچوں کی طرح مہکتا ہے۔ آمین

(تحریم شبیر...... چنیوٹ)

☆☆☆

☆...... اگست کا شمارہ ملا زبردست تھا۔ مگر کھٹے میٹھے خطوط کی کمی محسوس ہوئی۔ سبھی کہانیاں اچھی تھیں۔ سرورق پیارا تھا لیکن مجید نظامی کا پڑھ کر غمگین بھی کر رہا تھا۔ نظمیں سبھی پسند آئیں جن میں ترانہ (ایمان تنویر) آزادی (ریاض احمد قادری) اور پاک وطن (محمد اجمل شاہین انصاری) زیادہ پسند آئیں۔ نرالے ہیں انداز ہمارے ایک اچھا سلسلہ ہے۔ جبکہ کہکشاں بھی ایک معلوماتی سلسلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اور ترقی عطا فرمائے۔ آمین

(محمد افضل انصاری...... چوہنگ لاہور)

☆☆☆

☆...... دعا بارگاہ رب جلیل میں ہے کہ وہ آبروئے صحافت اور مرد صداقت کو اپنے قرب خاص میں مقام جنت الفردوس میں مرتبہ بلند سے نوازے۔ نوائے وقت اس کے محافظوں کو حق گوئی اور ملک کی رہنمائی کیلئے تب و تاب سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(چودھری اسد اللہ خاں...... لاہور)

☆☆☆

☆...... بھیا اب میں بھی سکول جانے لگ گیا ہوں۔ (شاباش۔ آئندہ بھاگنا نہیں سکول سے)۔ اگست کا شمارہ عید اور چودہ اگست کا بہترین سرورق تھا۔ ٹائٹل پر مجید نظامی کی وفات کا پڑھ کر یقین ہی نہیں آیا۔ ہم سمجھے کہ حمید نظامی کی وفات کا لکھا ہے۔ جب پڑھا تو بمشکل ہی یقین آیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

کہانیاں ساری خوب تھیں۔ خاص طور پر آیت الکرسی، تحفہ، درد، نذرانہ، اور نئے موسم کی سحر سپر ہٹ تحریریں تھیں۔ نظمیں بھی ساری اچھی تھیں مگر مجھے احمد ندیم قاسمی کی اگر ہے جذبہ تعمیر زندہ، اچھی لگی۔ پاکستان کی سیر اچھا ناول ہے۔

(محمد احمد رضا انصاری...... کوٹ ادو)

☆☆☆

☆...... ستمبر 1965ء میں قوم میں جذبہ تھا۔ دلوں میں ایمان تھا اور وہ محب وطن تھے۔ اس وقت کے لوگوں کو جب ان بھارتیوں کے ناپاک ارادوں کا علم ہوا تو عام لوگوں نے بھی جنگ میں حصہ لیا۔ قوم متحد ہو گئی اس وقت پاکستانیوں کا یہ عالم تھا کہ چوروں نے چوری کرنی چھوڑی ڈاکوؤں نے ڈاکہ ڈالنا بند کر دیا غلط لوگوں نے گناہوں سے توبہ کر لی ان کو اپنے ملک کے مستقبل کی فکر تھی۔ (اب بھی وہ ہی جذبہ بیدار کرنے کی ضرورت ہے) انشاء اللہ ہم مل کر پاکستانی کو ایک مستحکم ملک بنانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔

(جام مبشر سعید، جام یحییٰ سعید، عبدالحسیب کھرل، جام مظہر سعید، گلوی کھرل، عون افضل، مدثر افضل۔ روہیلانوالی)

☆☆☆

☆...... میر کاروان صحافت، نظریہ پاکستان کے علمبردار تحفظ پاکستان کے لیے ہر دم برسرپیکار محترم جناب مجید نظامی صاحب کی رحلت کی خبر پڑھ کر انتہائی صدمہ و دکھ ہوا اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا سے نوازتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ محترمہ رمیزہ مجید نظامی صاحبہ کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ پاک انہیں صبر جمیل عطا کرنے کے ساتھ ساتھ عزم صمیم بھی عطا کرے تا کہ وہ اپنے والد صاحب کے مشن کالا باغ ڈیم، اسلام کا قلعہ، ترقی یافتہ محفوظ پاکستان کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ آمین۔

(ثمینہ رشید۔ پرنسپل، عائشہ میموریل پبلک ہائی سکول چنیوٹ)

☆☆☆

☆...... بھیا! اس دفعہ اگست کا پھول تاخیر سے ملا مگر اتنی بھی تاخیر سے نہیں کہ ہم اس میں شرکت نہ کر پاتے۔ یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ اگست کا شمارہ ''آزادی نمبر'' تھا۔ آزادی نمبر ہو اور اس میں کہانیاں اچھی نہ ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس لیے تمام کہانیاں سپر ہٹ تھیں اور اس کے علاوہ دیگر رنگا رنگ سلسلے بھی بہت دلچسپ تھے۔ بھیا! مجید نظامی صاحب کی رحلت کا سن کر ہمیں بھی بہت

افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ آمین
(عظیم ڈوگر۔ ملتان)

☆☆☆

☆...... ہم یہ رسالہ 5 ماہ سے پڑھ رہے ہیں۔ (یہ رسالہ تو اسی ماہ شائع ہوا ہے) اب ہم نے سوچا کہ اس میں حصہ لیں۔ یہ ایک معیاری رسالہ ہے۔ مجید نظامی کی وفات کا سنا تو دل کٹ کر رہ گیا ابھی ان کی خواہش تھی کہ کشمیر آزاد ہو جائے مگر وہ اسے آزاد ہوتا نہ دیکھ سکے۔ حمید نظامی کی جگہ مجید نظامی نے لی اور کامیابی کا سلسلہ جاری کیا اب امید ہے کہ رمیزہ مجید نظامی بھی کامیابیوں کا سلسلہ جاری رکھیں گی۔
(رانا مدثر افضل، مدثر ہارون، وسیم اختر، عون افضل، اویس بھٹہ، میاں زبیر کپاہی، عبدالحسیب کھرل، جام یحییٰ سعید، رانا حسنین ارشد۔ روہیلانوالی)

☆☆☆

☆...... اگست کا رسالہ سرورق سے لے کر آخر لاجواب، نظمیں، کہانیاں اور لطیفے بھی اپنی مثال آپ تھے۔ بس آپ سے ایک شکایت ہے کہ میرا نام غلط نہ لکھا کریں۔ میرا نام محمد فضیل خالد ہے۔ محمد فیصل خالد نہیں (آئندہ احتیاط کریں گے فیصل خالد)
(محمد فضیل خالد۔ حافظ آباد)

☆☆☆

☆...... محترم مجید نظامی کی وفات ہوگئی۔ ہمیں یہ سن کر بہت رنج ہوا کہ مجید نظامی صاحب کی کشمیر کی آزادی کی خواہش پوری نہ ہوئی۔ انشاء اللہ جلد کشمیر جلد آزاد ہوگا اور آپ کو اقبال ثانی کا خطاب دیا جائے گا کیونکہ اقبالؒ نے پاکستان کے لیے جدوجہد کی مگر خود اس کو نہ دیکھ سکے اور ایک دن کشمیر ضرور آزاد ہوگا۔ ہمارا وطن 27 رمضان المبارک کو معرض وجود میں آیا۔ اس لیے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو خاص مقصد کے تحت بنایا ہے اور اس سے بلکہ ہم پاکستانیوں سے کام لے گا۔ انشاء اللہ۔
مجید نظامی صاحب کے بعد ہم آپ کو آبروئے صحافت سمجھتے ہیں اور امید ہے کہ آپ ہم بچوں کی امیدیں بر لائیں گے۔ آپ کا اداریہ بھی پڑھا جو اس بار سب سے اچھا تھا۔ آپ کے اس اداریے نے ہمارے اندر نئی روح ڈالی ہے۔ انکل میں نے آپ کو مجید نظامی کا آٹوگراف لینے کا کہا تھا کہ پھول میں شائع کریں لیکن وہ ہستی اب چلی گئی ("مجید نظامی نمبر" میں شائع کیا تھا) اب آپ اپنا آٹوگراف ستمبر کے شمارے میں ضرور شائع کیجئے گا۔ خدا حافظ۔ (خدا حافظ)
(جام عدنان غفور، عبدالحسیب کھرل۔ روہیلانوالی)

☆...... حمد نعت اور کرنوں سے فیض یاب ہو کر پھر اداریہ پڑھا۔ اداریہ سبق آموز تھا تمام کہانیاں اور نظمیں بہت اچھی تھیں۔ آبروئے صحافت ڈاکٹر مجید نظامی کی وفات کے بارے میں خبر سن کر مجھے بہت صدمہ ہوا اور بے اختیار لبوں پر یہ شعر آیا

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

مجید نظامی جیسے کوئی روز روز تو نہیں پیدا ہوتے یہ ایک مجید نظامی صاحب ہی تھے جو سب کو سیدھے سادھے جواب دیتے کسی کی ہمت ہی نہ ہوتی ان کے آگے بولنے کی۔ آپ نے ٹھیک کہا ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے۔ جناب مجید نظامی کے انتقال کے بعد ایک نئے عہد کا آغاز ہونا ہے اب خاندان نوائے وقت کی سرپرستی محترمہ رمیزہ مجید نظامی کے ذمہ آئی ہے یہ عظیم تر ذمہ داری ہے دنیا بھر میں پھیلے قارئین نوائے وقت کی امیدیں بھی وابستہ ہیں۔ محترمہ رمیزہ مجید نظامی سے صرف توقعات اور امیدیں ہی نہیں بلکہ وہ سینکڑوں ہزاروں نہیں لاکھوں دعاؤں کی رحمت میں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے والد کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق بخشے آمین۔ اور مجید نظامی صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ (آمین)
(آمنہ حافظ...... جامعہ محمدی شریف)

☆☆☆

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

محترم مجید نظامی کی وفات کی خبر سن کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ بھیا میں روئی بھی بہت تھی۔

غم جتنا بھی کریں ان کا زمانے والے
جانے والے تو نہیں لوٹ کے آنے والے
کتنی چپ چاپ سی رہ جاتی ہے دل کی بستی
کتنے چپ چاپ چلے جاتے ہیں جانے والے

اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آمین۔
(رقیہ حافظ...... محمد شریف)

☆☆☆

☆...... پھول اگست کا شمارہ ملا لاجواب تھا۔ سرورق بہت ہی عمدہ اور لاجواب تھا۔ تمام تحریریں تمام نظمیں اور تمام ہی مستقل سلسلے لاجواب تھے۔ شمارہ خوبصورت ادب کا مجموعہ تھا۔ (لاجواب)
آبروئے صحافت جناب مجید نظامی کی وفات کا سن کر دلی دکھ اور افسوس ہوا۔ یقیناً اردو ادب کے لیے ایک بڑا صدمہ ہے۔ خدا ان کی قبر پر ہزار ہا رحمتیں نازل کرے (آمین)۔ مجید نظامی صاحب اپنے نام اپنے کام کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ان کا کام ہمیں ان کی یاد دلاتا رہے گا۔ میری طرف سے سوگوار ان کو اظہار افسوس۔ محترمہ رمیزہ مجید نظامی کو نوائے وقت گروپ کی کرسی صدارت مبارک ہو اور دعا ہے کہ آپ اپنے والد محترم کی طرح ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ادب کی بلندیوں پر براجمان ہوں۔ آمین۔
(محمد اجمل شاہین انصاری...... چوہنگ ٹی)

☆☆☆

☆...... اگست کا پھول آزادی نمبر تھا۔ (ہم کو بھی پتہ ہے) پھول ایک خوبصورت رسالہ ہے۔ (سب کو پتہ ہے) خاص طور پر ٹائیٹل۔ اس میں بچوں کی دلچسپی ہر چیز موجود ہے۔ (بچوں کو بھی پتہ ہے)۔ یہ سب آپ سب کی محنت کا نتیجہ ہے۔ (مجھ کو بھی پتہ ہے)۔ اللہ تعالیٰ "پھول" کو اور زیادہ اچھا بنائے۔ آمین۔ ایک کہانی "قربانی" (عید قربان آنے والی ہے) اور "ہیرے جواہرات سے زیادہ قیمتی باتیں" بھیج رہا ہوں۔ (یہ باتیں رکھ لیں۔ ہیرے جواہرات بھجوا دیں)۔ امید ہے پسند فرمائیں گے۔ (ضرور مگر ہیرے جواہرات)۔
(اطہر احمد شیخ...... لاہور)

☆☆☆

کھٹے بیٹھے جواب زندہ باد۔
☆...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جنت حلالہ و دوزخ حرامہ۔ جب بچپن میں ماں کے دکھوں کی غزل من وعن شائع ہوئی تو بہت خوشی ہوئی۔ پھول رسالہ واحد رسالہ ہے کہ ہم لکھ رہے ہیں۔ (پھول کا احسان ہے آپ پر) ہر بار خط کا جواب ضرور دیجئے۔ (ہماری طرف سے جواب ہی سمجھیں)۔ ذرا سر جھکا لیجئے کہ آپ کی مقبولیت کی انتہا ہوگئی۔ آپ کے اور تمام لکھاریوں کیلئے ڈھیروں دعائیں۔
(کوثر خالد...... جڑانوالہ)

☆☆☆



WWW.PAKSOCIETY.COM


گل حسین


علی اصغر


عثمان علی


حسن نواز


محمد بختاور عباس


محمد طارق عزیز


عبدالرافع


کوثر خالد



نام......کوثر خالد۔تاریخ پیدائش......11-9-1992 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......اچھی کتابیں اور بمعہ قرآن پڑھنا۔ارادے......اچھا انسان بننا اور بنانا (کوشش جاری رکھیں)۔تبدیلی......پودوں اور پرندوں کیلئے کچھ کرنے کا جذبہ پیدا کیا۔(انسانوں کے لئے بھی کچھ کریجیئے گا)۔پتہ......جڑانوالہ

☆☆☆

نام......عبدالرافع۔تاریخ پیدائش......21-9-2002 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......مطالعہ کرنا۔ارادے......انجینئر بننا۔تبدیلی......مثبت سوچ اور طرز عمل (اپنائیں)۔پتہ......کوٹ ادو

☆☆☆

نام......محمد طارق عزیز۔تاریخ پیدائش......20-9-93 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......پڑھنا لکھنا۔ارادے......ایک اچھا انسان بننا چاہتا ہوں (جی ہاں، بہت ضروری ہے)۔تبدیلی......بہت سی۔پتہ......چھانگا مانگا

نام......محمد بختاور عباس ببلو۔تاریخ پیدائش......12-9-2005 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......بڑے بھائی کی کتابوں کو پھاڑنا (اور پھر پھینٹی کھانا)۔ارادے......پھول کا ایڈیٹر بنوں گا (جلدی سے آ جائیں)۔تبدیلی......لکھنے پر مجبور کیا (اتنی بھی کیا مجبوری ہے)۔پتہ......روہیلانوالی

☆☆☆

نام......حسن نواز۔تاریخ پیدائش......25-9-2000 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا (عمل بھی کرنا)۔ارادے......پاک فضائیہ میں پائلٹ آفیسر۔تبدیلی......تحریریں لکھنے کا جذبہ اچھا رہا۔پتہ......کوٹ ادو روڈ

☆☆☆

نام......عثمان علی (سوہدروی)۔تاریخ پیدائش......25-9-1997 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......سائنسی ریسرچ۔ارادے......ایٹمی سائنس دان بننا (ثابت قدم رہنا)۔تبدیلی......اصول پرست بنا دیا۔پتہ......سوہدرہ وزیر آباد

☆☆☆

نام......علی اصغر۔تاریخ پیدائش......09-02-2000۔مشاغل......اردو بحث و مباحثہ (ایک تو بحث، بہت کرتے ہیں آپ؟)۔ارادے......ڈاکٹر بننا۔تبدیلی......ادبی ذوق پیدا کیا۔پتہ......پاکپتن

☆☆☆

نام......گل حسین۔تاریخ پیدائش......18-9-2013 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......خطوط نویسی (اس دور میں بھی؟)۔ارادے......ڈاکٹر فزیشن بننا۔تبدیلی......وقت کی پابندی۔پتہ......بھکر

☆☆☆

نام......حسن جاوید۔تاریخ پیدائش......9-9-1998 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل...... کرکٹ کھیلنا اور کھلانا (کھلاتے کیا ہیں کرکٹ یا

آپ ''پھول'' پڑھتے ہیں...... آپ ہمارے لئے اہم ہیں۔
آپ بھی ''پھول فورم'' میں شریک ہو سکتے ہیں۔اپنا تعارف اور تصویر شائع کروانے کیلئے کوپن پر کر کے اپنی پاسپورٹ سائز تصویر کے ہمراہ بھجوا دیں اور آپ کو کرنا ہو گا...... صرف اپنی باری کا انتظار۔باری آنے پر آپ کا تعارف ضرور شائع ہو گا۔''پھول'' پڑھتے رہیے۔اس کے آئندہ کسی بھی شمارے میں
آپ کیلئے ہو گا سرپرائز

کھانا؟)۔ارادے......ڈاکٹر بننا۔تبدیلی......معلومات میں اضافہ کیا۔پتہ......کوٹلی آزاد کشمیر

☆☆☆

نام......عابد منظور۔تاریخ پیدائش......10-9-1996 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......شرارتیں کرنا۔تنگ کرنا آپی کو۔ارادے......محنت کرنا۔والدہ کو خوش رکھنا (آپی بھی والدہ کی طرح ہوتی ہیں)۔تبدیلی......نہ پوچھو تو اچھا ہے (جی تبدیلی کی بہت ضرورت ہے)۔پتہ......اوکاڑہ

☆☆☆

نام......محمد شکر اللہ سلطانی۔تاریخ پیدائش......16-9-1996 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......تاریخ کا مطالعہ (اللہ کا شکر بھی ادا کرتے ہیں یا بس نام ہی شکر اللہ رکھا ہوا ہے؟)۔ارادے......انسانیت کی خدمت۔تبدیلی......لکھاری بنا لیا۔پتہ......میلسی

☆☆☆

نام......محمد زبیر مشتاق۔تاریخ پیدائش......21-9-1997 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......کمپیوٹر چلانا۔نئی نئی گیمز کھیلنا۔ارادے......انجینئر بننا دعا کر دیا کرو (بہت دعائیں)۔تبدیلی......میں تھا کیا مجھے کیا بنا دیا (اچھا ہی بنا لیا ہے نا)۔پتہ......وار برٹن

☆☆☆

نام......سفیان شاہد شیخ۔تاریخ پیدائش......29-9-2004 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......شرارتیں کرنا۔کمپیوٹر سیکھنا۔ارادے......کمپیوٹر ماسٹر بننا (شرارتوں کے ماسٹر نہ بن جانا)۔تبدیلی......پڑھنے کا شوق پیدا کیا۔پتہ......گوجرانوالہ

☆☆☆

نام......محمد خضر حیات۔تاریخ پیدائش......1-11-1996۔مشاغل......کمپیوٹر پروگرامنگ انڈر ہیکنگ۔ارادے......میں دنیا کا سب سے بڑا انٹرنیٹ ہیکر بننا چاہتا ہوں۔(کبھی اچھا کام بھی کر لیا کریں)۔تبدیلی......مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔پتہ......میلسی

☆☆☆

نام......آمنہ کنیز فاطمہ۔تاریخ پیدائش......26-10-2002۔مشاغل......پھول کا مطالعہ۔ارادے......آرمی جوائن کرنا۔تبدیلی......اچھا انسان بنلیا (اچھا اچھا)۔پتہ......سلانوالی ضلع سرگودھا

☆☆☆

نام......محمد جنید۔تاریخ پیدائش......15-3-1995۔مشاغل......معاشرے میں نفرتیں ختم کرنا اور نیک کام کی دعوت دینا (سیاسی بیان؟)۔ارادے......عالم دین بن کر لوگوں کی خدمت کرنا۔تبدیلی......مجھ میں لکھنے کی صلاحیت پیدا کی۔پتہ......پبی ضلع نوشہرہ

☆☆☆

نام......سعدیہ بانو محمد سلیم۔تاریخ پیدائش......28-9-95 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......پھول پڑھنا۔ارادے......ٹیچر بننا۔تبدیلی......میرے علم میں اضافہ ہوا (طالب علموں کے علم میں بھی اضافہ کرنا)۔پتہ......حافظ آباد

☆☆☆

نام......رومیسہ زین۔تاریخ پیدائش......2-9-2006 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......پینٹنگ کرنا (اسی لئے کوپن پر بھی رنگ لگے ہوئے ہیں)۔ارادے......ملک کی خدمت کرنا ڈاکٹر بن کر۔تبدیلی......مطالعے کا شوق۔پتہ......داجل

☆☆☆

نام......حافظ اریج فاطمہ۔تاریخ پیدائش......3-9-2000 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......کہانیاں پڑھنا۔ارادے......سی ایس ایس (css) کرنا (یعنی کلاسک سٹائل سٹوڈنٹ)۔تبدیلی......کوئی نوٹس نہیں لیا (بغیر نوٹس کے سی ایس ایس بھی نہیں ہوگا)۔پتہ......بہ سلطان پور

☆☆☆

نام......مریم جندران۔تاریخ پیدائش......5-9-2008 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......شرارتیں کرنا (اس عمر میں بھی آپ یہی کر سکتی ہیں)۔ارادے......ٹیچر بننا۔تبدیلی......(بڑی ہو کر آئے گی)۔پتہ......علی پور چٹھہ

☆☆☆

نام......طاہرہ مہوش۔تاریخ پیدائش......16-9-1990 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......کتابیں پڑھنا۔ارادے......ڈاکٹر بننا (کوشش کر کے دیکھ لیں شائد ــــ)۔تبدیلی......مثبت سوچ پیدا کی۔پتہ......ضلع بھکر

☆☆☆

نام......زکیہ بی بی۔تاریخ پیدائش......17-9-2001 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......پڑھائی اور کاریگری (یہ بھی آپ کی کاریگری ہے)۔ارادے......استاد بننا۔تبدیلی......پڑھائی اچھی ہوئی۔پتہ......جلالیہ حضرو ضلع اٹک


محمد جنید


آمنہ کنیز فاطمہ


محمد خضر حیات


سفیان شاہد شیخ


محمد زبیر مشتاق


محمد شکر اللہ سلطانی


عابد منظور


حسن جاوید



”آبروئے صحافت مجید نظامی مرحوم کے افکار کی روشنی میں آؤ آزادی سے محبت کریں“ کے موضوع پر ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور کے خصوصی تعزیتی اجلاس میں مفتی ڈاکٹر محمد عمران نظامی دعائیہ کلمات ادا کر رہے ہیں ان کے ہمراہ دعا منصور، ڈاکٹر رفیق احمد، سعید آسی اور سید علی بخاری موجود ہیں جبکہ بریگیڈیئر (ر) محمد سلیم و دیگر نونہال مقررین خطاب کر رہے ہیں۔

مجید نظامی کی یاد میں ہمدرد نونہال اسمبلی کا اجلاس

ہمدرد نونہال اسمبلی کا خصوصی تعزیتی اجلاس ”آبروئے صحافت مجید نظامی مرحوم کے افکار کی روشنی میں آؤ آزادی سے محبت کریں“ کے موضوع پر منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت وائس چیئرمین نظریہ پاکستان ٹرسٹ ڈاکٹر رفیق احمد نے کی۔ ڈپٹی ایڈیٹر نوائے وقت محمد سعید آسی مہمان خصوصی تھے۔ تلاوت نونہال مصعب علی خان اور نعت نونہال حماد علی نے پیش کی۔ مہمان خصوصی ڈپٹی ایڈیٹر نوائے وقت محترم سعید آسی نے کہا کہ نظامی صاحب کے دل میں مملکت خداداد کی آبرومندی کے ساتھ بقاو سلامتی کے لئے تڑپ موجود تھی، بدقسمتی سے آج یہ مملکت حقیقی معنوں میں خطرات میں گری نظر آتی ہے۔ وہ زندگی کی آخری سانس تک ملک و قوم کی بنیادوں کو نظریاتی حوالے سے مستحکم کرنے کے لئے انتہائی درد مندی کے ساتھ مصروف عمل رہے۔ ان کے دل میں بچوں کے لئے بہت دردمندی تھی۔ وہ خاموشی سے ایجوکیشن فنڈ کے ذریعے ہزاروں ضرورت مند طلبہ کے تعلیمی اخراجات برداشت کرتے رہے۔

صدر مجلس ڈاکٹر رفیق احمد نے کہا کہ نظامی صاحب کی دلیری میں مزاح کا عنصر بھی شامل ہوتا، ان کی اسلام، پاکستان اور بانیان پاکستان سے محبت ہر موقع پر سامنے آتی رہی، وہ حاکموں کی محفل میں بھی بلاخوف و خطر اپنی بات کرتے رہے، وہ اسلام، اقبالؒ، قائداعظمؒ اور پاکستان کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہ ہوتے، بچوں کی خصوصی حوصلہ افزائی کرتے، ساری عمر قلمی جہاد کرتے رہے، وہ مرد درویش تھے۔ سیکرٹری ریڈ کریسنٹ سوسائٹی پنجاب بریگیڈیئر (ر) محمد سلیم نے کہا کہ مجید نظامی تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے دوقومی نظریہ کسی انسان کا بنایا ہوا نظریہ نہیں یہ نظریہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ نظامی صاحب نے قوم کو اسلام اور پاکستان سے محبت کا جو درس دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس موقع پر مفتی ڈاکٹر عمران نظامی نے دعا کروائی۔ تقریب میں قائد ایوان نونہال نوریا بابر، قائد حزب اختلاف مہرال قمر ارکان نونہال اسمبلی ملائیکہ صابر، نونہال دعا منصور، سردار احمد صدیقی، شرمین قمر، بابر نثار، نورین خان، صابر شاہین، محمد ہزیر اعوان، منصور الحق اور رفیعہ ناہید اکرام و دیگر موجود تھے۔



المشرق سکول کے طالب علم حمزہ قاضی کو کمپیوٹر اور سپرٹ ایوارڈ سے نوازا گیا

المشرق سکول گرین ٹاؤن کے بہادر طالب علم حمزہ قاضی کو آج ایک پرشکوہ تقریب میں مہمان خصوصی فہد عباس ملک نے اپنے دستِ مبارک سے سپرٹ ایوارڈ، ایک کمپیوٹر اور دس ہزار روپے نقد انعامات کی صورت میں دیئے۔ اس موقع پر المشرق سکول کی پرنسپل محترمہ ناہید اسلم، مہر عبدالرؤف اور بی اے شاکر بھی موجود تھے۔ یاد رہے کہ پچھلے ماہ سکول کے استاد کو گولی مارنے والے شرابی کو حمزہ قاضی نے پکڑ لیا تھا اور اپنی جان خطرے میں ڈال کر استاد کی زندگی اور سکول کے طلبا و طالبات کو بھی بچا لیا۔ اس جرأت و بہادری سے متاثر ہو کر زیکاس سکول آف سسٹم کے مینجنگ ڈائریکٹر فہد عباس ملک نے کمپیوٹر اور نقد دس ہزار روپے کی صورت میں دے کر طالب علم کی حوصلہ افزائی کی۔ محترمہ ناہید اسلم نے بھی نقد انعام کا اعلان کیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب جو قول کے نہیں عمل کے آدمی ہیں اُن کو اس واقعہ کا ذاتی طور پر نوٹس لینا چاہئے۔ حمزہ قاضی معروف صحافی محمد منشا قاضی کے صاحبزادے ہیں۔

صحافتی دنیا میں بچوں کا پہلا نیوز پیپر

نوائے وقت

ہر عمر کے بچوں کیلئے

پھول اخبار



محمد مجتبیٰ عاصم کا اعزاز

گلوبل ایجوکیشن سنٹر اور جناح گرائمر سکول شاد باغ کے ہونہار طالب علم محمد مجتبیٰ عاصم نے لاہور بورڈ کے میٹرک کے امتحان میں رول نمبر 188401 کے تحت 944 نمبر اور +A گریڈ حاصل کر کے شمالی لاہور کے طلبا میں نمایاں پوزیشن حاصل کی ہے۔ وہ اس سے قبل بھی تمام امتحانات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی کامیابی کو اللہ تعالیٰ کے کرم، اساتذہ کی محنت اور والدین کی دعاؤں کی بدولت قرار دیا ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ملک و قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔



طالبہ کا اعزاز

بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن ملتان کے زیر اہتمام میٹرک کے سالانہ امتحان 2014ء میں نشاط گرلز ہائی سکول ایم ڈی اے چوک ملتان کی طالبہ وجیہہ منور نے سائنس گروپ میں 1021 نمبر حاصل کر کے سکول میں امتیازی پوزیشن حاصل کی۔ وجیہہ مستقبل میں ڈاکٹر بننا چاہتی ہیں۔ وہ معروف سماجی شخصیت (چوک شہیداں ملتان) منور اقبال کی صاحبزادی ہیں۔



طالب علم کا اعزاز

مصعب سکول سسٹم کے ہونہار طالب علم نہال احمد نے جماعت نہم میں نمایاں نمبر اور A گریڈ لے کر جماعت میں نمایاں پوزیشن حاصل کی ہے۔



احمد ندیم قاسمی کی یاد میں نعتیہ مشاعرہ وافطار پارٹی کے موقع پر سرفراز سید، نعمان قاسمی، صدارت عطاء الحق قاسمی، شوکت علی، میزبان ایم آر شاہد اور اقبال راہی اسٹیج پر تشریف فرما ہیں۔



حافظ آباد: یوم آزادی کی تقریب کے سلسلہ میں مصوری اور خطاطی میں اول، دوم اور سوم آنے والے طلباء وطالبات کا ایڈیشنل ڈسٹرکٹ کلکٹر نعمان حفیظ ودیگر مہمانان گرامی کے ساتھ گروپ فوٹو

یوم آزادی کی تقریبات کے سلسلہ میں طلبا و طالبات کے مابین مصوری اور خطاطی کے مقابلے ڈسٹرکٹ پبلک سکول حافظ آباد میں منعقد ہوئے۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ کلکٹر نعمان حفیظ مقابلوں کے مہمان خصوصی تھے۔ ڈی پی ایس کے بورڈ آف آنرز کے اراکین فلک شیر چٹھہ، ظفر اقبال رتو، شیخ محمد نفیس، وائس پرنسپل میڈم گلناز اور طلبا و طالبات بھی اس موقع پر موجود تھے۔ اے ڈی سی نعمان حفیظ نے کہا کہ فنون لطیفہ کا فروغ حکومت پنجاب کی کلچر پالیسی کا اہم حصہ ہے اور آزادی کی تقریبات میں طلبا و طالبات کو مصوری، خطاطی، ملی نغموں اور دیگر ہم نصابی سرگرمیوں کے ذریعے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے بھرپور اظہار کا موقع دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے مقابلوں میں شریک طلبا و طالبات کی مصورانہ اور خطاطیی صلاحیتوں کو سراہا اور توقع ظاہر کی کہ آنے والے دنوں میں ان بچوں کا فن مزید نکھرے گا۔ مقابلہ مصوری گرلز میں الائیڈ سکول کی سنبل دراز اول، دی ریڈرز سکول فضہ بتول اور حافظ آباد کالج آف کامرس کی عائشہ نور نے دوئم اور ڈی پی ایس کی سیدہ شبیہ فاطمہ نے سوئم۔ مقابلہ مصوری بوائز میں گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 2 کے طالب علم ذین العابدین اور فضل مہدی نے اول، دوئم جبکہ ڈی پی ایس کے محمد بداللہ نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ مقابلہ خطاطی میں گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 2 کے علی حمزہ اور فیض رسول نے اول، دوئم جبکہ اسداللہ ڈی پی ایس نے سوئم پوزیشن حاصل کی۔

احمد ندیم قاسمی کی یاد میں سالانہ نعتیہ مشاعرہ وافطار پارٹی

مرکز علم وفن کے زیراہتمام احمد ندیم قاسمی کی یاد میں سالانہ نعتیہ مشاعرہ و افطار ڈنر کا اہتمام ایم آر شاہد نے الحمراء میں کیا۔ تقریب کی صدارت عطاء الحق قاسمی نے کی جبکہ مہمانان خصوصی میں گلوکار شوکت علی، سرفراز سید، نعمان قاسمی شامل تھے۔ نظامت کے فرائض اقبال راہی نے سرانجام دیئے۔ اس نعتیہ مشاعرے کے آغاز میں ندیم باہو نے ترنم کے ساتھ حمدیہ اشعار پیش کیے۔ تقریب میں جن شعراء کرام اور اہم علمی وادبی اور ثقافتی شخصیات نے شرکت کی ان میں نجیب احمد، سلیم طاہر، حکیم سلیم اختر ملک، زبیدہ حیدر زیبی، فاطمہ حیدر، حسن عباس، انوار قمر، حاجی محمد لطیف قادری، سلطانہ منور، سید فراست بخاری، محمد علی چراغ، ڈاکٹر کنول فیروز، ناصر زیدی، وسیم عباس، میجر محمد خالد، نجمہ شاہین، محمد علی صابری، طارق چغتائی، ناصر بشیر، پروفیسر عباس مرزا، ڈاکٹر امجد طفیل، بشیر رحمانی، زاہد مسعود، رانا عبدالرحمن، ایم سرور، شکیل شہزاد، حسن افضال شاہد، عمران شوکت، اشرف جاوید، کامران ابرار، شجرالدین شجر، محمد شعیب مرزا، اقبال جیلانی، یامین صدیقی، ابرار حامد، محمد حفیظ شیخ شامل تھے۔

آخر میں صاحب صدارت عطاء الحق قاسمی اور مہمانان خصوصی سرفراز سید اور شوکت علی نے کلام پیش کیا اور میزبان ایم آر شاہد نے شرکاء تقریب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔



سٹیزن کونسل آف پاکستان کی طرف سے شاعر، کالم نگار، مصنف، قانون دان ظفر علی راجا کے اعزاز میں تقریب نشانِ اعزاز دیا گیا

سٹیزن کونسل آف پاکستان نے نمایاں خدمات انجام دینے پر معروف شاعر، کالم نگار، مصنف اور قانون دان ظفر علی راجا کے لئے نشانِ اعزاز دینے کی تقریب منعقد کی۔ جس میں تقریباً اہم شعبہ زندگی کی نمایاں شخصیات نے شرکت کی جس میں ان کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ ظفر علی راجا معروف قانون دان ہیں وہ 1996ء سے روزنامہ نوائے وقت میں قطعہ لکھ رہے ہیں جبکہ چند ماہ سے ''پھول'' میں بھی قطعہ نگاری کر رہے ہیں۔ وہ نوائے وقت میں ہفتہ وار کالم بھی لکھتے ہیں۔ ان کی کئی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ خراج تحسین پیش کرنے والوں میں لبنیٰ ملک، شجاعت ہاشمی، رانا ارشد ایڈووکیٹ، حبیب علی، پروفیسر نصیر اے ملک، بیرسٹر خواجہ ابرار جمال، سرفراز سید، سعید آسی، الطاف قمر، رانا امیر احمد خان، نذیر قیصر، عثمان صدیقی، نوریا بابر اور دیگر شامل تھے۔ ظفر علی راجا نے تمام احباب کا شکریہ ادا کیا اور اپنے لکھے ہوئے گیتوں پر مشتمل سی ڈی مہمانوں کو پیش کی۔



طالبہ کا اعزاز

گورنمنٹ گرلز ہائی سکول پسرور ضلع سیالکوٹ کی ہونہار طالبہ مریم اسلم نے میٹرک کے امتحان میں رول نمبر 412330 نمبر حاصل کر کے نہ صرف سکول میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔

بلکہ تحصیل پسرور میں بھی گورنمنٹ سکولوں میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ یاد رہے مذکورہ طالبہ نے آٹھویں کے امتحان میں تحصیل پسرور میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے تھے اور نہم کے امتحان میں 523 نمبر حاصک کر کے سکول میں اول پوزیشن حاصل کی تھی۔

پھول کا بھی قاری بن گیا۔ اب نوائے وقت میری غذا بن گیا ہے۔ میں چھٹی جماعت سے لے کر اب تک مسلسل نوائے وقت پڑھ رہا ہوں۔ اس طرح میرا نوائے وقت اور ڈاکٹر مجید نظامی سے گہرا رشتہ جڑ گیا۔ میں ہر سال اپنے طور پر یوم تکبیر مناتا۔ اپنے بینرز میں ڈاکٹر مجید نظامی کو خراج تحسین پیش کرتا۔ کیونکہ یہ مجید نظامی تھے جس نے میاں نواز شریف صاحب کو کہا تھا کہ ''میاں صاحب دھماکہ کریں نہیں تو قوم آپ کا دھماکہ کردے گی''۔ یہ چھوٹی سی تقریب ہوتی جس میں میرے چند دوست شرکت کرتے۔ میرے تمام دوست جانتے تھے کہ علمبردار تھا۔ مجھے ذخیرہ الفاظ میں ایسے الفاظ نہیں مل رہے جن سے میں ڈاکٹر مجید نظامی کو خراج تحسین پیش کروں۔ میں بہن رمیزہ مجید نظامی اور نوائے وقت کی پوری ٹیم سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر مجید نظامی کے خواب کی تکمیل کے لیے دن رات ایک کریں نوائے وقت کے معیار اور اُصولوں کو ہمیشہ قائم رکھیں گے۔ ہمیشہ کلمہ حق بلند کریں گے۔ اللہ رب العزت مجید نظامی کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

آبروئے صحافت جناب مجید نظامی کی یاد میں قطعات

انسان اس جہاں میں دوامی نہیں رہے
نامی نہیں رہے تو گرامی نہیں رہے
کتنا ہے دکھ ریاض ہمیں جب خبر ملی
دنیا میں اب مجید نظامی نہیں رہے

خیال عشق کا تھا وہ پیامی
جسے ہم دے رہے ہیں اب سلامی
نوائے وقت بن کر جو ہے گرجا
اسے کہتے ہیں سب حضرت نظامی

بستا ہمارے دل میں نظامی مجید تھا
پیغام جس نے بخشا دوامی مجید تھا
دیتا رہا جہان کو جو درسِ لاالہ
اس آدمی کا اسمِ گرامی مجید تھا

ملت کے واسطے وہ وفا کی نوید تھا
ملت ساتھ عشق کا جذبہ شدید تھا
لب پر رہا ہے جس کے سدا ورد لاالہ
بے شک وہ شخص سارے جہاں میں مجید تھا

ریاض احمد قادری۔ فیصل آباد

ایک نظریاتی مرید کا خراجِ تحسین

میرے آئیڈیل ڈاکٹر مجید نظامی

عامر شہزاد اعوان

رمضان شریف کے آخری عشرے میں شدید بخار میں مبتلا تھا۔ میرا موبائل بند تھا میرا دوست مسلسل رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب رابطہ نہ ہوا تو وہ میرے گھر پہنچ گیا میں گھر میں لیٹا ہوا تھا۔ میرے دوست کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ مجھ سے تعزیت کرنے لگا۔ میں ایک دم حیران ہو گیا۔ اور پوچھا! خیر یت تو ہے؟

اس نے میرے کمرے میں لگی ہوئی ڈاکٹر مجید نظامی کی تصویر کو دیکھتے ہوئے آبروئے صحافت کی وفات کی اطلاع دے کر مجھے ہمیشہ کے لیے غمگین کر دیا۔ پھر آنسو تھے کہ تھم ہی نہیں رہے تھے۔ نوائے وقت سے میرا بچپن کا تعلق ہے۔ میں چھٹی میں تھا جب نوائے وقت پڑھنا شروع کیا۔ پھر ندائے ملت، فیملی میگزین، میرے آئیڈیل ڈاکٹر مجید نظامی ہیں۔ جب ڈاکٹر صاحب کی وفات ہوئی تو سب نے مجھ سے تعزیت کی۔ میں اخلاقی طور پر سب دوستوں کا قرض دار ہوں۔ جو میری پسند کو اپنی پسند سمجھتے ہیں۔ اکثر لوگ ڈاکٹر صاحب کی تصویر دیکھ کر سوال کرتے۔ پھر میں ان کو بتاتا کہ یہ قائداعظمؒ کے سپاہی ہیں۔ تحریک آزادی کے مجاہد کے چھوٹے بھائی ہیں۔ میں اس کا نظریاتی مرید ہوں۔

موت کا دن تو مقرر ہے مگر مجھے اس بات کا ہمیشہ افسوس رہے گا کہ میں ڈاکٹر صاحب کی صحبت سے محروم رہا۔ وہ پاکستان کا قیمتی اثاثہ تھے۔ میں کیوں نہ غرور کروں۔ میرا آئیڈیل ایک ایسی شخصیت ہے جس کا انتقال رمضان المبارک کی 27 شب کو ہوا۔ یہ رات اللہ کے ولیوں کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ پاکستان کی نظریاتی فوج کے سالار تھے۔ نظریہ پاکستان کے



نظمیں

بیادِ مجید نظامی

صداقتوں کا عظیم پیکر

محبتوں کا عظیم خوگر

وفا کا راہی وہ اک سپاہی

عدو کی خاطر بنا تباہی

زباں پہ ہر دم ہی لاالہ تھا

وہ فرد واحد ہی اک سپاہ تھا

جگایا دوقومی نظریہ ہے

سکھایا وحدت کا فلسفہ ہے

وطن کو اپنے جدید راہیں

دکھا گیا ہے مجید راہیں

نوا اپنا اپنے وقت کی وہ

چمک دمک اپنے بخت کی وہ

وہ شعرِ اقبال والا مومن

وہ جراتوں کا ہمالا مومن

جناح کا دل سے جاں سے شیدا

ہوئی وفا اس سے کیا ہویدا

خودی کا پیکر خودی کا خوگر

وہ ملت حق کا ایک رہبر

وہ ظلمتوں میں تھا اک ستارہ

ہوائے تازہ کا استعارہ

وفا کو اس نے کیا ہے تازہ

تھا اس کے رُخ پہ وطن کا غازہ

وہ اک دلِ مضطرب کا مالک

وہ ایک عارف وہ ایک سالک

وہ عصرِ حاضر کا اک نواگر

وہ حبِ ملت کا اک سوداگر

وہ ریگباں میں گلاب تازہ

دیا چمن کو شباب تازہ

وطن کے رُخ پر نکھار تھا وہ

خزاں میں مثلِ بہار تھاوہ

منافقت میں وفا کا پُتلا

وہی تھا قومی انا کا پُتلا

نماز حق کی اذان تھاوہ

وفا کا قومی نشان تھا وہ

وہ امتیازی نشانِ ملت

بنا وہ خودہی جہانِ ملت

وفا و الفت کا پاسباں تھا

وہ نظریہ حق کا رازداں تھا

ریاضؔ دوں میں اسے سلامی

وہی تھا سلام کا پیامی

بہار نو کی نوید ہے وہ

حمید ہے وہ مجید ہے وہ

ریاض احمد قادری۔ فیصل آباد

اے مجید نظامی!

تیرے کام تیری عظمت کو میری سلامی

اے مجید نظامی اے مجید نظامی

تیرا نام آزادی کے معماروں میں رہا شامل

ہر وقت تیرا جذبہ رہا جذبۂ کامل

موجوں میں گھری تھی اور راہبروں کے ساتھ

مل کر دیا تُونے کشتی کو ساحل

تیرے کام تیری عظمت کو میری سلامی

اے مجید نظامی اے مجید نظامی

صحافت کو نئی لگن سے سنوارا تُونے

اک بکھری ہوئی قوم کو پکارا تُونے

اک پھول سے کئی پھول نئے پیدا کر کے

ہم بچوں کو دیا ادب کا سہارا تُونے

تیرے کام تیری عظمت کو میری سلامی

اے مجید نظامی اے مجید نظامی

تیری قبر پہ خدا ابرِ رحمت برسائے

تیرے پھول کو نئے پھولوں سے سجائے

اجملؔ اپنے راہبروں میں نام اس کا لکھ دے

جس نے گُر ادب کے تجھ کو سکھائے

تیرے کام تیری عظمت کو میری سلامی

اے مجید نظامی اے مجید نظامی

محمد اجمل شاہین انصاری۔ چوہنگ سٹی

جناب حضرت مجید نظامی

نظریۂ پاکستان کے علمبردار

امانت حمید کے امانت دار

بچوں کے محترم بزرگوار

گئے ہیں دارالفنا کو سدھار

نام نامی اسم گرامی

جناب حضرت مجید نظامی

جن کی ذات تھی سب پہ عیاں

دین و دنیا کی جن میں تھیں خوبیاں

جن کے تھے حوصلے بلند اور عزائم جواں

تھے جو مجاہد ملت پاکستان

نام نامی اسم گرامی

جناب حضرت مجید نظامی

جابر حاکم کے سامنے دکھائی جوانمردی

جنہیں تھی غریبوں سے الفت و ہمدردی

سب کے دلوں میں حب الوطنی کوٹ کوٹ کے بھردی

وقف جنہوں نے ساری زندگی ملک کے لیے کردی

نام نامی اسم گرامی

جناب حضرت مجید نظامی

تھا چھیاسی سال بس دنیا میں قیام

کر دکھائی جنہوں نے بڑے بڑے کام

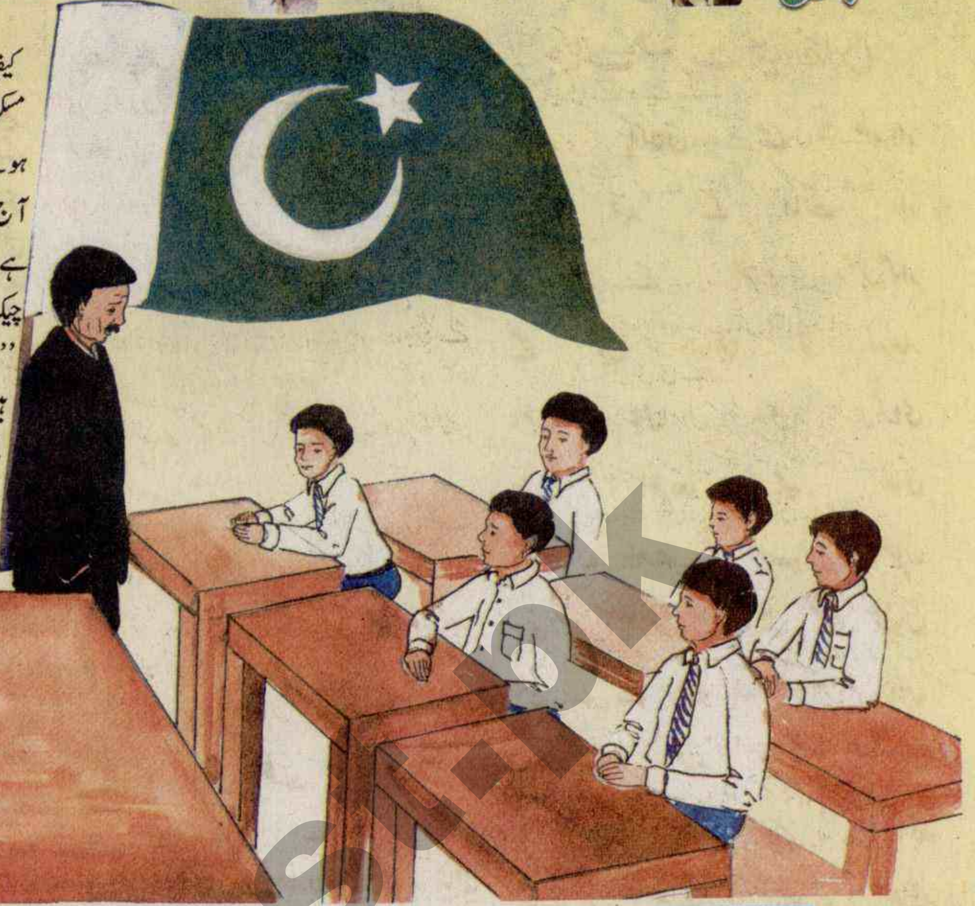
اب کر رہے ہیں جو لحد میں آرام

اسد الرحمٰن کا ہے ان کو سلام

نام نامی اسم گرامی

جناب حضرت مجید نظامی

اسد الرحمٰن ہاشمی۔ بدین، سندھ



حنا ناز جس

کیا ہر اُستاد کو ایسا نہیں ہونا چاہیے؟

''سرپاکستان''

بظاہر ہوا کے دوش پر لہراتا فقرہ پردۂ سماعت سے ٹکرایا تھا مگر انہیں لگا جیسے ہوا میں سنسناتی کوئی گولی اُن کے وجود میں آکر پیوست ہوگئی ہے۔ غصے اور حمیتِ ملّی کے ملے جلے جذبات کی حدت سے اُن کا جسم جل اٹھا تھا اور سارا خون چہرے پر سمٹ آیا تھا۔ بات کرنے والے کا چہرہ تو نگاہ سے اوجھل تھا ہی، آواز بھی نامانوس تھی۔ اس سے پہلے کہ خود پر قابو پانے کی کوئی کوشش کامیاب ٹھہرتی اگلا فقرہ بارش کی رم جھم کی نرم ٹھنڈی پھوار کی طرح ان کے چہار اطراف لپٹ گیا تھا۔ آواز اب کے مانوس تھی۔ اُن کے تن من میں سکون ہی سکون پھیل گیا تھا۔ اب اُن کے احساسات اُس کسان کے سے تھے جو کئی مہینوں کی جاں گسل محنت کے بعد لہلہاتی، تیار، بھرپور فصل کو دیکھ کر خوشی وطمانیت سے جھوم اٹھے حالانکہ اُن کو تو بس پہلے سے زرخیز اس مٹی کو کچھ نمی ہی فراہم کرنا پڑی تھی۔

وہ حسب معمول چوتھے پیریڈ میں ریاضی کی کلاس لینے تیسری منزل پر واقع جماعت نہم کے باہر آکے رکے تھے اور کلاس میں موجود اُستاد کے باہر آنے کے منتظر تھے جب انہوں نے سنا ''پاکستان میں رہنا کسی عذاب سے کم نہیں ہے اور ویسے بھی اس ملک نے ہمیں دیا ہی کیا ہے۔ دنیا کا شاید ہی کوئی ملک اتنا......''

''سربراہ مہربانی! پاکستان کے بارے میں یوں نہ کہیں۔ سب کچھ اس ملک کی وساطت سے ہی تو دیا ہے اللہ نے ہمیں۔ یہاں اگر کچھ مسائل ہیں تو اُن کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ یہ جیسا بھی ہے ہمارا گھر ہے اور ہمیں بے حد عزیز ہے۔''

نئے اُستاد کو شاید طلبا سے ایسے ردعمل کی توقع نہ تھی اس لئے کلاس سے برآمد ہونے والے چہرے پر کھسیانی کیفیت کے واضح آثار تھے جبکہ سر عاطف زمان دھیمی مسکراہٹ اور سرشار موڈ کے ساتھ کلاس میں داخل ہوئے۔

آج گرمی کچھ زیادہ ہی ہے بچو اور بجلی بھی صبح سے بند ہے۔'' یوں آغاز کا مقصد کلاس کا مجموعی موڈ اور مورال چیک کرنا تھا۔

''سر کوئی بات نہیں ہم باقی کھڑکیاں بھی کھول لیتے ہیں۔ آپ لیکچر کا آغاز کریں، ہم تیار ہیں۔'' بچے سچ مچ سمجھدار ہوتے ہیں اُن کے اس ذمہ دارانہ رویے پر انہیں بہت پیار آیا۔ معمول کی کلاس کا آغاز ہو چکا تھا مگر سر عاطف بلا کے ذہین ہیں بار بار پچھلے جون کے مناظر آ جاتے۔ جب انہیں سکول میں ملازمت کا آغاز کیے تقریباً دو مہینے ہو چکے تھے مگر وہ تاحال بدحالی کا شکار تھے۔ بچپن سے لے کر جوان ہونے تک ہمیشہ انہوں نے خود کو ارض پاکستان کی سرحدوں کا دفاع کرتے تصور کیا تھا۔ پاک فوج میں شامل ہونا اُن کا شوق ہی نہیں عشق تھا اور اس میں بڑا ہاتھ ماں جان کے سنائے گئے جہاد کے قصوں کا تھا وہ بتاتی تھیں کہ ایک مرتبہ جب وہ محض پانچ سال کے تھے اور ابا جان کے پشاور سے لائے ایک خوبصورت فوجی ٹینک کھولنے سے کھیلنے میں مشغول تھے کچھ دیر بعد ماں جان نے دیکھا ٹینک ٹوٹا پڑا ہے اور عاطف بہت پُرجوش اور خوش ہے۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ ''ماں جان میں نے دشمن کا ٹینک تباہ کر دیا ہے۔ یوں کر کے'' وہ بار بار ایکشن کے ذریعے بتاتے ہوئے شاباش وتحسین وصول کرنے کے منتظر تھے۔ ماں جان نے یہ سوچ کر جذبۂ جہاد پر کوئی آنچ نہ آئے، قیمتی

کھلونے کی بربادی بخوشی قبول کر لی اور دشمن کا ٹینک تباہ کرنے پر عاطف کو انعام بھی دیا۔

مگر اُن کے مستقبل کے لئے خالق و مدبر کائنات کے ارادے اُن کے ارادوں سے مختلف تھے۔ جب منزل دو بام رہ گئی تو ایک حادثے میں بازو بری طرح فریکچر ہونے پر وہ ان فٹ قرار دے دیئے گئے۔ جسمانی زخم تو وقت کے ساتھ ساتھ بھر گئے مگر دل پر لگی کاری ضرب کی اذیت کم ہونے میں نہ آتی تھی۔ دوست احباب اور سب گھر والوں کے سمجھانے اور حادثے کو رضائے الٰہی سمجھ کر قبول کر لینے کی تلقین پر آخر انہوں نے خود کو سمجھا اور اپنی عملی زندگی کا آغاز بحیثیت اُستاد کیا۔

وہ جون کے گرم ترین دنوں میں سے ایک دن تھا جب یونہی وقت گزاری کی غرض سے انہوں نے طلبا سے کہا تھا۔ ''گرمیوں کی چھٹیاں ہونے میں محض دو دن باقی ہیں تو چلیں آج کچھ ہلکی پھلکی گپ شپ ہو جائے تو بتایئے آپ میں سے کون کہاں چھٹیاں گزارے گا؟''

''ہم لوگ مری جائیں گے پورے دو ماہ کے لئے۔'' بچے کا جوش دیدنی تھا۔

''ہم کہیں نہیں جا رہے اس بار'' منہ بسورتے ہوئے ایک بچے نے جواب دیا۔

''ہم کراچی جائیں گے اور سمندر کی بھی سیر کریں گے۔'' سیر کا چٹخارہ لیتے ہوئے کہا گیا۔

''میں نانو کے گھر جاؤں گا رہنے کے لئے گاؤں میں۔''

لہجے میں قدرے شرمندگی کا عنصر شامل تھا۔

ہم دبئی جائیں گے چچا کے پاس اور میرے بس میں ہو تو میں پاکستان واپس نہ آؤں۔'' لہجے میں امارت و خوشحالی کا احساس محسوس کیا جا سکتا تھا۔

''اور میرا بھی دل چاہتا ہے یہاں سے دور...... دور...... بہت دور چلا جاؤں کہیں۔'' انداز حسرت آمیز تھا۔

''دل کس کا نہیں چاہتا بھلا؟ مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم پاکستان کے شہری ہیں اور یہیں رہنے پر مجبور بھی۔''

اب کے مانیٹر بولا تھا۔

''نہیں سمجھا نہیں...... آپ پاکستان چھوڑ کر کیوں جانا چاہتے ہیں؟ میں تو چند دن بھی پاکستان سے دور نہیں رہ سکتا۔''

بچوں سے فوراً کوئی جواب بن نہ پڑا۔

''اچھا ذرا یہ تو بتائیں پاکستان کس کس کو اچھا لگتا ہے؟''۔

وہ امید کر رہے تھے کہ ایک دم ساری کلاس ہاتھ کھڑے کر دے گی۔ اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب کچھ بچوں نے ہاتھ نہ اٹھایا۔ کچھ بے یقینی سے انہوں نے سوال دہرایا۔

اب کے بھی وہی ردعمل تھا بس اس اضافے کے ساتھ کہ سر کی حیرت کی بنا پر ان بچوں نے چہرے جھکا لئے تھے۔

''تو کیا میں یہ سمجھوں کہ پاکستان آپ کو اچھا نہیں لگتا؟''

''جی سر...... اچھا کیسے لگے گا؟ دیکھیں میری شرٹ بری طرح بھیگ چکی ہے تین گھنٹے سے بجلی بھی بند ہے اور ہوا بھی نہیں چل رہی۔''

''اور سر میں صبح خالی پیٹ آیا ہوں گھر سے۔ گیس نہیں آ رہی تھی اس لیے ناشتہ نہیں بنا۔ امی نے پیسے دیے ہیں مگر مجھے کینٹین کے مرچوں والے سموسے اچھے نہیں لگتے۔''

''سر ہماری بوتلوں میں پانی تو دوسرے پیریڈ میں ہی ختم ہو گیا تھا۔ الیکٹرک کولر میں پانی بالکل نہیں آ رہا ٹھنڈا نہ سہی چلو گرم ہی مل جاتا۔

اولیس تو صبح اسمبلی میں بے ہوش بھی ہو گیا تھا۔ ابھی تک سر پیچھے کئے بیٹھا ہے کلاس میں۔''

''اور سر روز دھماکے ہوتے ہیں۔ ہر وقت ٹی وی پر لوگوں کے مرنے کی خبریں اور مناظر یا پھر لوڈشیڈنگ سے تنگ آئے عوام کی توڑ پھوڑ۔ ہم تھک گئے ہیں ایسے مناظر دیکھ دیکھ کر۔''

''سر مجھے کچھ ضروری نوٹس فوٹو کاپی کروانے ہیں تین چکر لگا چکا ہوں بک شاپ کے مگر بجلی ہی نہیں ہے۔''

انہیں احساس ہوا کہ انہوں نے پاکستان سے محبت کی بات غلط موقع پر چھیڑ لی ہے۔ بچوں کی باتوں کے جواب میں کچھ دیر کے لئے تو اُن کے اپنے اندر بھی گھمبیر خاموشی چھا گئی بلاشبہ بچوں کے تمام اعتراضات درست تھے مگر نئی نسل کا پاکستان سے یوں متنفر ہونا خطرے کی کئی گھنٹیاں ایک ساتھ بجا رہا تھا۔ انہیں بے حد تشویش ہوئی۔ یک دم انہوں نے سوال کر دیا۔

''اگر ہم میں سے کسی کا گھر ٹوٹا پھوٹا ہو، بے ترتیب ہو، غربت نے ڈیرے ڈال رکھے ہوں، آسائشوں سے عاری ہو تو کیا آپ ہمسائے کے محل میں جا کر رہنے کی خواہش کریں گے؟''۔

بچے سنجیدگی سے سوچنے لگے۔

''نہیں سر...... سکون تو اپنے گھر میں ہی ملتا ہے۔ ہم محنت اور کوشش کر کے اپنے گھر کے حالات کو بہتر بنائیں گے۔''

''اور کیا ہم میں سے ہر ایک کی ماں بہت اچھی ہے؟''۔

اس سوال نے بچوں کو تذبذب میں مبتلا کر دیا۔

''سر ماں تو اچھی ہی لگتی ہے۔''

''یہی تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ ضروری نہیں ہم میں سے ہر ایک کی ماں بہت صاف ستھری اور خوبصورت ہو مگر پھر بھی ہمیں وہ بہت اچھی لگتی ہے۔ ایسا ہی ہے نا؟؟''۔

''اس بار سارے سر ایک ساتھ اثبات میں ہلے۔

''تو بچو پاکستان بھی تو ہمارا گھر ہے نا اور ارض وطن ہماری دھرتی ماں۔ اس سے محبت تو ہمارے وجود میں رچی بسی ہے۔ ہمیں پاکستان کو اس کی نظریاتی اساس کے ساتھ قائم دائم رکھنے اور اسے بہتر بنانے میں اپنا حصہ ڈالنا ہے۔ مسائل یکدم ختم نہیں ہو جائیں گے مگر ہر مسئلے کا کچھ نہ کچھ حل جلد یا بدیر ضرور نکل آتا ہے۔''

گہری سوچ بچوں کے چہروں پر رقم تھی اور بات اُن کی سمجھ میں آ گئی تھی جس کا واضح ثبوت اُن کے چہروں پر چھایا شرمندگی و عزم کا تاثر تھا۔

سر عاطف زمان پر دفاعِ وطن کے ایک نئے پہلو کا انکشاف ہوا تھا تو کیا قدرت کو ان سے یہ کام لینا مقصود تھا؟ بچپن، لڑکپن اور جوانی کا جوش جہاد پوری آب و تاب کے ساتھ عود کر آیا تھا۔ وہ ایک تازہ دم سپاہی کی طرح بالکل تیار تھے۔ اب تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ وہ اس مشن کو لے کر بچوں کی ذہن سازی کرتے اور ہر اہم موقع پر تقاریر و مباحثے منعقد کروانے میں بھی پیش پیش رہتے۔ پورے سکول کے بچے اُن کے اس مشن سے کسی نہ کسی طرح منسلک تھے اور خوب جانتے تھے کہ ''سر پاکستان'' کے مطابق میں پاکستان کو بُرا بھلا کہنا ناقابل برداشت جرم ہے۔

جی ہاں، ''سر پاکستان'' سر عاطف زمان کا پیار کا نام، اُن کے طالب علموں نے رکھ چھوڑا تھا اور یہ تو بتانے کی ضرورت نہیں ہے نا کہ یہ نسبت انہیں اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھی......!!!

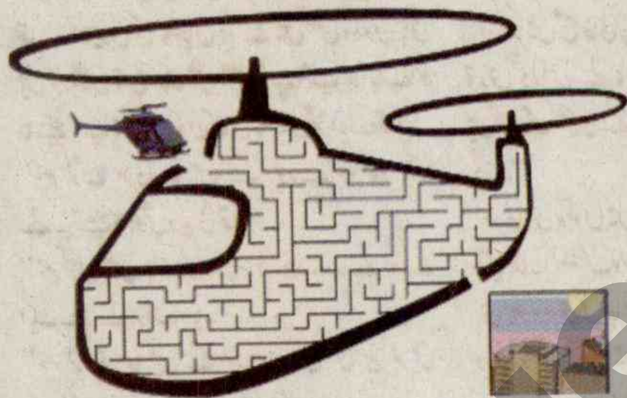
☆☆☆

زبردست جملہ آپ کا اور شاندار انعام بھی آپ کا

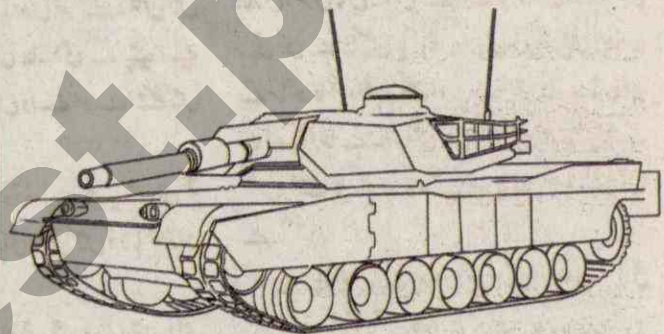


اس تصویر کے حوالے سے زبردست جملہ "پھول" میں شائع کردہ کوپن پر اپنے نام و پتہ کے ساتھ لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوائیں اور انعام پائیں

راستہ تلاش کریں



رنگ بھرئیے



دونوں تصویروں میں سات جگہ فرق ہے۔ ذرا ڈھونڈ کر تو بتایئے





WWW.PAKSOCIETY.COM